رقعاتِ مرشدی

ترتیب :- پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

ذخیرہ

رقعاتِ مرشدی

مکتوبات

محب النبی حضرت مولانا **محمد فخر الدین** فخرِ جہاں چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

حضرت میاں شاہ **محمد عبد الصمد** فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

پروفیسر **افتخار احمد** چشتی صمدی سلیمانی

چشتیہ اکادمی فیصل آباد پاکستان

سلسلہ مطبوعاتِ چشتیہ (نمبر ۱۲)

جملہ حقوق بحق چشتیہ اکادمی محفوظ ہیں

128274

نام کتاب ——— رقعاتِ مرشدی

ناشر ——— چشتیہ اکادمی، فیصل آباد (پاکستان)

کاتب ——— محمد اکرم جاوید، احسن کتابت فیصل آباد

طابع ——— ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد فون ۲۶۱۲۰۳۰

سالِ اشاعت ——— ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۱ء)

صفحات ——— ۱۲۸

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ——— ۵۰/- روپے

بسعی و اہتمام

میاں ھارون احمد چشتی ناظم چشتیہ اکادمی

واحد تقسیم کار:

مکتبۃ الفوائد، فرحت منزل، چنیوٹ بازار فیصل آباد (پاکستان) فون: ۲۸۸۵۵-۰۴۱۱

انتساب

مخدومی و مرشدی حضرت خواجہ **محمد عبدالصمد** فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے فرزندِ اکبر

اور

خلیفہ وجانشین

احمد عزیز سعادت آئین شیخ معروف حضرت **خواجہ ثناء الدین حاجی میاں** فخری فریدی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

تمہاری قوتِ باطن سے تقویت ہے مجھے
کہ میرے باعثِ تاب وتواں تمہیں تو ہو

بر تو زیبد ایں قبائے اولیائی اے سنا

تو عزیزِ احمدی ہم دینِ حق را اوصیا

مندرجات

صفحہ	مضمون
۳	۱۔ انتساب
۷	۲۔ عرضِ مرتّب
۱۱	۳۔ تعارف مصنّف / مؤلف
۱۹	۴۔ دیباچہ مصنّف / مؤلف
۲۱	۵۔ حضرت خواجہ نظام الدّین اورنگ آبادیؒ
۲۹	۶۔ حضرت مولانا محمّد فخرالدّین دہلویؒ
۴۵	۷۔ "رقعاتِ مُرشدی" بمع تشریح و ترجمہ (گیارہ عدد)
۱۱۵	۸۔ اشعار فارسی
۱۱۶	۹۔ ترجمہ اشعار
۱۱۸	۱۰۔ منظوم مکتوب از حضرت مولانا فخرالدّینؒ بنام خواجہ نُور محمّد مہارویؒ، اِن کے منظوم مکتوب کے جواب میں
۱۱۹	۱۱۔ مکتوباتِ فخری بمع ترجمہ" از مناقب المحبوبین" (دو عدد)
۱۲۷	۱۲۔ مناقبِ فخریہ
۱۲۸	۱۳۔ "رقعاتِ مُرشدی" کے پہلے صفحہ (ٹائیٹل) کا عکس

شناس نامہ کتاب

نام کتاب ——————— رقعاتِ مرشدی

موضوع کتاب ——————— مکتوبات مجدد سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ
حضرت مولانا محمد فخر الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف و تشریح ——————— حضرت خواجہ محمد عبد الصمد فخری فریدی سلیمی چشتی دہلویؒ

مرتب طبعِ اول ——————— حضرت خواجہ محمد سناء الدین حاجی میاں فخری فریدی سلیمی
چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ ——————— پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ایم اے پی ایچ ڈی
صدر شعبۂ فارسی گورنمنٹ کالج فیصل آباد

ترتیب ——————— پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی
سابق صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج فیصل آباد

عرضِ مُرتّب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُقعاتِ مُرشدی، محبّ النبی حضرت مولانا محمّد فخرالدّین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوباتِ گرامی ہیں، جنہیں مخدومی و مُرشدی حضرت خواجہ شاہ محمّد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جمع کیا، ترتیب دیا اور عارفانہ شرح فرمائی۔ نیز ابتداء میں حضرت خواجہ نظام الدّین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فخرالدّین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر احوال بھی تحریر فرمائے۔

حضرت شاہ محمّد عبدالصمد دہلویؒ کے فرزندِ اکبر حضرت میاں محمّد سناء الدّین عرف حاجی میاں صاحب فخری فریدیؒ نے اس نایاب تصنیف کو ۱۳۳۲ھ (تقریباً ۸۰ سال قبل) میں دہلی شریف سے شائع کیا۔ اس کے صفحۂ اوّل (ٹائیٹل) پر یہ عبارت درج ہے

"رُقعاتِ مُرشدی (۱۳۲۵ھ) یعنی مجدّدِ برحق، مہدیٔ طریقت، مسیحِ معرفت سیّدنا و مولانا حضرت محبّ النبی مولانا محمّد فخرالدّین فخرِ جہاں رحمتہ اللہ علیہ چشتی کے مکتوبات جن کو شیخ الوقت عارفِ اسرارِ حقیقت حضرت خواجہ شاہ محمّد عبدالصمد صاحب چشتی فخری فریدی سُلیمانی نے کمال سعی و جستجو سے بہم پہنچا کر تمام مخفی رموز و نکات کی سلیس اور عام فہم اُردو میں عارفانہ تشریح فرمائی۔ اور باجازت حضرتِ ممدوح خاکسار محمّد سناء الدّین فریدی فخری نے منشی سعیدالدّین صاحب کے مطبع آفتابِ تجارت دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔ (۱۳۳۲ھ)"

اس مجموعۂ "رقعاتِ مرشدی" میں گیارہ مکتوبات ہیں۔ حضرتِ مؤلفؒ نے

دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ "صرف گیارہ رقعات طبع ہونے کے لائق تیار ہو سکے، جو اس وقت ہدیہ اہلِ شوق و تحفۂ اصحابِ ذوق کئے جاتے ہیں اور باقی رقعات بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب دوسری جلد کی صورت میں پیش کئے جائیں گے" اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ کے اور بھی مکتوبات تھے، جن کو حضرت مؤلفؒ جلد دوم کی صورت میں شائع کرنا چاہتے تھے۔

خاکسار نے دہلی شریف سے رابطہ قائم کیا۔ چشتیاں شریف اور تونسہ شریف بھی خطوط لکھے تاکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے دیگر مکتوبات مل سکیں مگر کسی جگہ سے بھی کسی مکتوب کی نشان دہی نہیں ہو سکی۔ البتہ 'مناقب المحبوبین' سے دو ایسے مکتوب ملے، جو اِس تصنیف میں شامل نہیں تھے۔ 'مناقب المحبوبین' حاجی نجم الدین سلیمانیؒ (شیخاوائی) کی معروف تصنیف ہے۔ ملفوظاتِ چشتیہ میں اسے بہت اہم اور مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ مناقب المحبوبین کے دو مکتوب اور سجادہ نشین چشتیاں شریف کے عطا کردہ منظوم مکتوب کو کتاب کے حصّہ دوم میں شامل کیا جا رہا ہے۔

مؤلفِ رُقعاتِ مُرشدی، حضرت خواجہ شاہ محمّد عبد الصّمد دہلویؒ کی درگاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت میاں محمّد باقر فریدی دامت برکاتہٗ سے خط و کتابت کا شرف حاصل ہے۔ مَیں نے اس تالیفِ لطیف کو دوبارہ شائع کرنے کے لئے جب اجازت طلب کی تو آپ نے بخوشی اجازت عطا فرمائی مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ ان مکتوبات کا اُردو ترجمہ بھی ہونا چاہیئے۔

ترجمہ کے لئے مَیں نے اپنے رفیق محترم پروفیسر ڈاکٹر محمّد اختر چیمہ صاحب ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی سے حسبِ معمول عرض کیا۔ پروفیسر صاحب موصوف مقامی گورنمنٹ کالج میں شعبۂ فارسی کے صدر ہیں۔ خاکسار سے پُر خلوص محبت رکھتے ہیں اور علمی کاموں میں راہ نمائی فرماتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے اُن گیارہ مکتوبات کا ترجمہ کر دیا۔ وہ مکتوبات جو 'مناقب المحبوبین' سے دیئے جا رہے ہیں، اُن کا ترجمہ بھی پروفیسر صاحب نے کیا تھا، جب مناقب المحبوبین کا اردو ترجمہ شائع

کیا گیا تھا۔

'رقعاتِ مرشدی' میں اب تیرہ مکتوب ہیں۔ ان کا اُردو ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے اور حضرت مؤلف کی عارفانہ شرح بھی شامل ہے۔ ابتدا میں حضرت مؤلف، حضرت مولانا فخر الدین دہلوی اور حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے مختصر حالات ہیں۔ طبعِ اوّل کے پہلے صفحہ یعنی ٹائیٹل کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس تالیف کو میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ حضرات خواجگانِ چشت، حضرت مولانا صاحب کی اولادِ عالی مقام، بالخصوص حضرت شاہ عارف الدین فخری صاحب قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُور محمّد مہاروی کے سجادہ نشین حضرت میاں نُورجہانیاں صاحب مہاروی دامت برکاتہٗ اور مؤلفِ 'رقعاتِ مُرشدی' حضرت میاں محمّد عبد الصّمد دہلوی کے سجادہ نشین حضرت میاں محمّد باقر صاحب فریدی دہلوی مدظلہٗ العالی کی خدمتِ عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور دُعاؤں کا طالب ہُوں۔

خادم الفقراء

پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سُلیمانی

کاشانۂ چشتیہ

فرحت منزل، چنیوٹ بازار

فیصل آباد، پاکستان

۲۱ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ

حمد و نعت

از حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی صمدی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

حمد باری تعالیٰ

ہر ذرّہ میں ہے جلوہ نُما جس کا جمال
اور مُمکن ہی نہیں جس ہستیٔ اکمل کو زوال
ہر رنگ میں ہر شان میں جو یکتا ہے
اے قیس میں کس چیز سے دُوں اُسکی مثال

نعت رسُولِ مقبُول

طالب میں ترا ہُوں مرا مطلوب ہے تُو
خُوب ہے تُو تیری قسم خُوب ہے تُو!
صُورت تری اجمل تری سیرت اکمل
ہر شان میں اللہ کا محبُوب ہے تُو

تعارفِ مؤلف

حضرت میاں شاہ محمدؐ عبد الصمد فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ محمد عبد الصمد دہلویؒ فاروقی، فریدی، سلیمی اور فخری ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ سلیم چشتیؒ تک، پھر حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ تک اور وہاں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ننھیال کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت میاں کالے صاحب دہلویؒ اور وہاں سے محبّ النبی حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا فقر و درویشی اور شریعت و طریقت کی لازوال دولتِ ظاہری و باطنی جو آپ کو حاصل تھی، ہر طرح سے مکمل و اکمل تھی۔

نسب میں بابا صاحبؒ سے تعلق
حسب میں فخر صاحبؒ سے ہے نسبت
پڑی ہو روشنی جس پر دو طرفہ
لکھے پھر کون اس سینہ کی مدحت

آپ کے والدِ گرامی حضرت شاہ عبد السلام سلیمیؒ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ عالی مقام میں سے تھے اور فتح پور سیکری میں درگاہِ معلّٰی کے سجّادہ نشین تھے۔ طلبِ علوم و عرفان نے ہجرت پر آمادہ کیا۔ اپنے بھائی صاحب کو وہاں سجّادہ نشین مقرر کر کے ۱۸۵۹ء میں ہمیشہ کیلئے وہاں سے قطع تعلّق کر کے دہلی چلے آئے۔ بقیہ زندگی یہیں دین و سلسلہ کی خدمت میں گزار کر ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزارِ مبارک درگاہ شریف نئی دہلی میں مرجعِ خلائق ہے

حضرت میاں شاہ محمّد عبد الصمدؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۹ ھ (۱۸۶۲ء) میں ہوئی۔ حافظ محمّد رفیق دہلویؒ نے آپ کا سالِ ولادت "فخر الدین فخری" سے اخذ کیا ہے۔ حقیقتِ طریقت تصنیف حضرت میاں محمّد عبدُ الصمدؒ کے آخری صفحہ پر یہ اشعار درج ہیں۔

میاں عبدُ الصمدؒ اس کے مصنف ۔ ہے جن کی ذات اک رحمت کی آیت
حقیقت میں وہ فخرِ چشتیاں ہیں ۔ ہے اُن کی ذاتِ عالی بحرِ عظمت
فرید الدین فخری سے عیاں ہے ۔ میاں صاحب کی تاریخِ ولادت

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) میں آپ خلافت کی نعمتِ عظمٰی سے سرفراز ہوئے۔ آپ حضرت ثانی شاہ اللہ بخش تونسویؒ (حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ کے پوتے اور آستانۂ عالیہ سلیمانیہ کے سجّادہ نشینِ اوّل) کے خلفائے عظّام میں سے تھے اور نہایت منظورِ نظر تھے۔ حضرت شاہ اللہ بخش تونسویؒ کے علاوہ آپ کو اپنے والدِ بزرگوارؒ کی طرف سے بھی خلافت و اجازت حاصل ہے اور نانا جان حضرت میاں کالے صاحب دہلویؒ کی طرف سے بھی تمام فیضِ باطنی آپ تک پہنچا ہے۔

حصولِ نعمت کے بعد آپ نے کاشانۂ فاروقی، کوچہ پنڈت، دہلی میں بیٹھ کر نہ صرف دہلی کو بلکہ پورے ہندوستان کو فیض یاب فرمایا۔ پنجاب، بنگالہ اور دکن کے گوشہ گوشہ کو اپنے فیضِ باطنی سے منوّر فرمایا۔ تادمِ آخریں آپ دینِ اسلام اور سلسلۂ چشتیہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروفِ عمل رہے اور لاکھوں کو روحانی دولت سے مالا مال کیا۔

حُسنِ سیرت، حُسنِ خلق، حُسنِ معاملہ، خدمتِ خلق، فیضِ صحبت، اثرِ کلام، تاثیرِ زبان، جود و عطا، عفو و درگزر، بذل و ایثار، تواضع و انکسار، حلم و تحمّل، صبر و شکر، زہد و قناعت، رحمت و شفقت، مہماں نوازی و غریب پروری،

سادہ دلی و شگفتہ مزاجی، مجاہدہ و فنائے نفسی، عبادت و ذکرِ الٰہی، استجابتِ دُعا، استمدادِ رُوحانی، معیت و حضوری، پیش بینی و دُور اندیشی، کشفِ قلوب، ذوق و شوق، حزم و احتیاط، علم و فراست، عقیدت و محبّت اور استغنا و توکل، یہ ہیں وُہ خوبیاں جو ایک ولی اللہ کے لئے لازم و ملزوم، مایہ ناز اور سرمایۂ حیات ہیں۔ آپ میں یہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ حُسنِ صُورت، حُسنِ سیرت اور حُسنِ اخلاق کا ایک مجسّمہ تھے۔

نیک ہیں سب آپ کے اخلاق قرباں جایئے
ہیں مکمل گویا سب اسباق قرباں جایئے

شریعت و طریقت کی بنیاد تقویٰ اور مقصود خدمتِ خلق ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبُوبِ الٰہیؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ قیامت کے بازار میں کسی چیز کی اتنی قیمت نہیں پڑے گی جتنی دِلوں کو راحت پہنچانے کی۔

جملہ فنونِ شیخ نیرزد بہ نیم خس!
راحت رساں بہ خلق ہمیں مشرب است و بس

آپ نے اِن تعلیمات کے پیشِ نظر اپنی ذات کو خدمتِ خلق کے لئے وقف کیا ہُوا تھا۔ صُبح صادق کے وقت پَو پھٹتے ہی خلقِ خُدا آپ کے دروازے پر آنے لگتی تھی اور رات دس بجے تک آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ مرد، عورتیں، بچّے، غریب، امیر، نواب، رئیس، سوداگر، عالم، صُوفی، درویش اور مزدور۔ غرضیکہ ہر پیشہ اور ہر رنگ کے لوگ حاضر ہوتے۔ اپنی اپنی کہانی سُناتے اور اپنی اپنی مُراد حاصل کرتے۔ آپ کی نشست گاہ (کاشانۂ فارُوقی، کوچہ پنڈت، دہلی) میں جو پاکیزہ اشعار لکھے ہُوئے تھے، ان میں ایک شعر یہ تھا۔

کام آ خلقِ خُدا کے، کہ خُدا کے نزدیک
اِس سے بہتر نہ ہُوئی ہے نہ عبادت ہوگی

خلافت و اجازت کے بعد تقریباً نصف صدی تک آپ دہلی میں تبلیغ دین، اصلاح و تربیت، خدمتِ خلق اور اشاعتِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا اہم فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آخری عمر میں طویل علالت کے بعد ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ (۲۹ مئی ۱۹۴۰ء) کو آپ کا وصال ہو گیا۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝"

آپ کا مزارِ مبارک آپ کے والدِ گرامیؒ کے قریب درگاہ شریف (کناٹ پیلس۔ نئی دہلی) میں مرجعِ خلائق ہے۔ حضرت مولوی محمد حسین قیس چشتی صمدی سلیمانیؒ نے تاریخِ وصال نکالی۔

شیخِ کامل شانِ اُو
۱۳۵۹

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند عطا کئے۔ سب سے بڑے حاجی میاں محمد ثناء الدین فریدیؒ، دوسرے میاں فرید الاسلام فریدیؒ، تیسرے میاں سعید الاسلام فریدیؒ اور چوتھے میاں فرید احمد فریدی عرف احمد میاںؒ۔ مخدومی و مرشدی حضرت میاں عبد الصمدؒ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت حاجی میاں دہلویؒ سجادہ نشین بنے۔ چاروں صاحبزادگان کو اپنے والدِ گرامیؒ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ البتہ آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حاجی میاںؒ کو اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین و سجادہ نشین مقرر کر دیا تھا۔

حضرت حاجی میاںؒ برسوں اپنے والد صاحب قبلہؒ کے سجادہ پر رونق افروز رہے۔ ہر مذہب و ملت کے سینکڑوں افراد روزانہ حاضر ہوتے اور اپنی اپنی مراد پاتے۔ آپ کی ذاتِ مبارک روحانی فیوض و برکات کا ایک مخزن و سرچشمہ تھی۔ آپ ہی نے اپنے والدِ گرامی حضرت میاں عبد الصمد کی یہ تصنیف رقعاتِ مرشدی (مکتوبات حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ) ۱۹۳۳ء میں دہلی سے شائع فرمائی تھی۔

حضرت حاجی میاںؒ کا وصال جے پور میں محفلِ سماع کے فوراً بعد ۱۰ رجب ۱۳۸۸ھ (۱۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء) کو ہوا۔ آپ کے جسدِ مبارک کو دہلی لاکر درگاہ شریف میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا مزار پُر انوار موجود ہے۔ اُن کے وصال کے بعد کچھ عرصہ حضرت احمد میاں صاحب دہلویؒ مخلوقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ آج کل حضرت میاں شاہ عبدالصمد دہلویؒ کے پوتے پروفیسر میاں محمّد باقر صاحب فریدی دامت برکاتہ، سجادہ نشین ہیں اور اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ چشت کے فیضان کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو عمر میں برکت فرمائے اور سلامت با کرامت رکھے۔

آمین

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود!
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

شہ عبدالصمدؒ آں قبلۂ من،
بنامِ پاکِ او جانم فدا ست
نمے دانم کہ در وصفش چہ گویم
کہ نصفش بندہ و نصفش خدا ست

در مدح

حضرت خواجہ محمد عبد الصمد فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از مولوی محمد حسین قیس چشتی صمدی سلیمانیؒ
خلیفۂ اعظم حضرت شاہ عبد الصمد دہلویؒ

راحت و آرامِ قلبِ عاشقانِ بیدلاں
باعثِ تسکینِ جانِ دردمنداں بیکساں
فخرِ دین و فخرِ دُنیا صاحبِ صد عزّ و شاں!
آفتاب و ماہتابِ ایں جہان و آں جہاں
ہو گئے روپوش ہم سے خواجۂ عبد الصمدؒ
نُورِ حق اور پیشوائے خَلق، محبُوبِ زماں
قیسؔ چشتیؒ نے کہی تاریخِ رحلت اس گھڑی
شیرِ یزداں، قدوۂ سادات، قبلۂ جہاں

۱۳۵۹ھ

حصّہ اوّل

رُقعاتِ مُرشدی

گیارہ رُقعات بمع اُردو ترجمہ، تشریحات و اشارات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی
مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

دیباچہ مصنفؒ / مؤلف:

حضرت خواجہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یَا اِلٰہَ الْعٰلَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

بندہ کی زبان اس قابل کہاں؟ کہ تیری ثناء وصفت ادا کر سکے۔ تمام دُنیا کے صحیفوں اور سارے جہان کی کتابوں میں جس کسی نے کسی کی تعریف کی ہے یا کسی کی توصیف میں قلم اُٹھائی ہے وہ سب تیری ہی تعریف و توصیف ہے۔ جامیؒ ؎

اے ذاتِ تو در ذواتِ اعیاں ساری
اوصافِ تو در صفاتِ شاں متواری!
وصفِ تو چو ذاتِ مطلق ست اما نیست
در ضمنِ مظاہر از تقید عاری!

وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

اور درودِ نامحدود اُس حقیقتِ جامعہ پر نازل ہو جو تمام حقائق کی اصل اور واحدیتِ صفات واحدیتِ ذات کے مابین برزخ ہے۔ وہی تمام موجودات کی ایجاد کا باعث اور مظاہر میں وجودِ مطلق کے ظہور کا سبب ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِکَ الْاَطْھَرِ وَسِرِّکَ الْاَکْبَرِ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

امابعد کلام وحدت نظام یعنی رقعاتِ ہدایت آیات حضرت شیخ المشائخ فخر الاولین والآخرین امام الطریقت ہادی الحقیقت محب النبی محبوب رب العالمین حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں قدس اللہ سرہ مدت سے فقیر کے مطالعہ میں تھے۔ اکثر ارادہ ہوا

کہ ان کو شائع کر کے تشنگان محبت کی پیاس کو رفع کروں لیکن ساتھ ہی یہ خیال آتا تھا کہ ان دقیق و عمیق اسرار کو افشا کرنا شاید درست نہ ہو کیونکہ خود حضور نے ارشارات و کنایات میں ارقام فرماتے ہیں۔ غرضیکہ ایک کشمکش سی پیدا ہو گئی۔ کبھی شوقِ اشاعت کہتا تھا کہ اب یہ جواہرات گویا ایسے صندوقچہ میں بند ہیں جس کی کنجی گم ہو گئی ہو۔ حالانکہ ان میں کا ہر ایک گوہر شاہ وار اس قابل ہے کہ سلسلۂ فخریہ کے حلقہ بگوش بصدق و اخلاص سے اسکو اپنا آویزۂ گوش بنائیں اور فخر کریں۔ کبھی یہ خیال آتا تھا کہ اشاعت میں حبِ جاہ و طلبِ شہرۃ کی بو آتی ہے ؂

در مذہبِ ما ہر چہ بجز دوست حرام است
گر خود ہمہ ذوقِ طلبِ اوست حرام است

آخر اسی الجھن میں ایک عرصہ گزر گیا اور معاملہ مشیتِ الٰہی کے سپرد کیا۔ لیکن اتفاقِ حسنہ سے سجادۂ مسندِ خدا دانی گوہرِ یک دانۂ تسبیحِ سلیمانی مولانا و مخدومنا حضرت خواجہ محمد حامد صاحب مدظلہ العالی بغرضِ شرکتِ عرس حضرت محب النبی مولانا محمد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف فرما ہوتے۔ اُن کی خدمت میں اس کی بابت عرض کیا گیا تو آپ نے با تاکید اشاعت کی اشارت فرمائی۔ تب فقیر نے رقعات کی اشاعت کو ضروری سمجھا اور بوجوہات چند اصل رقعات کے ساتھ کسی قدر تشریح و حلِ مطالب کا لکھنا بھی ضروری خیال کیا مگر تشریح کی دقت اور عدیم الفرصتی ایسی سنگِ راہ ہو گئیں کہ ہر چند کوشش کی کل رقعات کی تشریح بالفعل ممکن نہ ہو سکی۔ صرف گیارہ رقعات طبع ہونے کے لائق تیار ہو سکے جو اس وقت ہدیۂ اہلِ شوق و تحفۂ اصحابِ ذوق کئے جاتے ہیں اور باقی رقعات بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب دوسری جلد کی صورت میں پیش کئے جائیں گے۔ لیکن پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطورِ اختصار کچھ حالات حضور محب النبی مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضور کے والد حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی تحریر کئے جائیں تا کہ ناظرین کی دلچسپی اور ازدیادِ معلومات و نیز حصولِ سعادت و برکات کا باعث ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین نظام الحق والحقیقۃ والدین اورنگ آبادی نور اللہ مرقدہٗ

مختصر حالات

آپ کا وطن مالوف مضافات لکھنؤ میں قصبہ نگراؤں (کاکوری) ہے آپ کے بزرگ ولایت سے تشریف لاکر اسی قصبہ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ حضرت بارادۂ تکمیل علومِ ظاہری دہلی میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت قدوۃ الاولیاء فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس سرہٗ کا شہرۂ فضل وکمال سن کر آپ کے درِ اقدس پر حاضر ہوگئے۔ حضرت شیخ کی خانقاہ میں اس وقت مجلس سماع منعقد تھی اور حسبِ معمول دروازہ معمور تھا۔ آپ نے اپنی حاضری کی اطلاع کرائی۔ حضرت شیخ نے فوراً اجازت دی اور اندر بلالیا۔ لوگ متعجب ہوئے کہ خلافِ دستور حضرت نے غیر شخص کو مجلس میں کیوں طلب کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ شخص غیر نہیں بلکہ آشنا ہے۔

اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت شیخ مدینہ منورہ میں حضرت قطب المدینہ شیخ یحییٰ مدنی چشتیؒ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے تھے تو بوقتِ رخصت حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارے پاس اس شکل وشباہت کا ایک شخص نظام الدین نام آئے گا اور تم سے بیعت ہونے کے وقت یہ شعر پڑھے گا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را!
تو دانی حساب کم وبیش را!

تم اُن کو مرید کرنا اور خلافت عطا کرکے جو کچھ ہم سے تم کو ملا ہے تم اُن کے سپرد کر دینا کیونکہ ہماری نسبت کا وہی مالک ہے۔ وہ جہان کو اپنے نور سے معمور اور ظلمتِ جہالت کو رنج ہیئت سے روشن کرے گا۔ الغرض حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہ کر اپنی خداداد استعداد وقابلیت سے

چند عرصہ میں علومِ ظاہری سے فراغت حاصل کی اور ارادت سے مشرف ہوئے۔ پھر میدانِ مجاہدہ اور ریاضت میں قدم رکھا اور قلیل عرصہ میں اس اہم منزل کو بھی طے فرماکر خلافت سے مشرف اور درجہ کمال سے فائز ہوئے۔ بعدازاں ملک دکن کی ولایت آپکو تفویض کی گئی اور شہر اورنگ آباد کو آپ نے قیام گاہ قرار دیکر خلق اللہ کو ہدایت و ارشاد و تلقین فرمانی شروع کی اور ہزار ہا بندگانِ خدا کو مقصدِ اصلی پر پہنچایا۔

کراماتِ وخرقِ عادات

نقل ہے کہ ایک مرتبہ نواب نظام الملک آصف جاہ مرحوم ومغفور کو ہندوستان سے دکن پہنچے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا کہ مبارز خان بافوجِ کثیر مقام شکر کھیڑہ پر جو پرگنات صوبہ برار سے ہے مقابلے کے واسطے آگیا۔ نواب مغفور کو سخت تشویش ہوئی۔ حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کرکے طالبِ دُعا اور حصولِ مدعا ہوئے۔ حضرت نے تھوڑی دیر تامل کرکے ارشاد فرمایا کہ نواب گھبراؤ نہیں۔ خُداوندِ کریم قادر ہے تم کو ہی فتح نصیب ہوگی۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ حضور میری فوج بہت قلیل ہے اور تھکی ماندی اور مخالف فوجِ کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اگرچہ فتح عنایت کرنا خُدا کے اختیار ہے مگر حضور کوئی ایسی علامت ارشاد فرمائیں کہ جس سے اطمینان اور تشفی ہو۔ حضرت نے پھر تامل فرماکر ارشاد فرمایا کہ کل صُبح روز پنجشنبہ ہے سرکار آصفیہ کے ڈیروں پر پنجہ صندلی کا نشان نمودار ہوگا اُس کو تم اپنی فتح کی علامت سمجھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ پنجشنبہ کے روز یکایک تمام چھوٹے بڑے ڈیروں پر صندل کے پنجہ کا نشان نمودار ہُوا اور پھر خداوند تعالیٰ نے فتح بھی نصیب فرمادی۔

مکاشفہ

128276

نقل ہے کہ ایک روز حضرت کی خانقاہِ مُبارک میں عُرس کی مجلس ہورہی تھی کہ ایک شخص اجنبی اہلِ علم آیا اور بے تکلف حضرت کے قریب بیٹھ گیا۔ قوال اُس وقت عربی

اشعار گا رہے تھے۔ وُہ شخص ایک شعر پر حضرت سے مباحثہ کرنے لگا۔ حضرت نے دو ایک جواب دیئے لیکن جب اُسنے زیادہ کج بحثی کرنی شروع کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ وقت ہمارے سماع سُننے اور استفاضہ حاصل کرنیکا ہے یہ وقت مباحثہ کا نہیں ہے خاموش رہو۔ اسی گفتگو میں حضرت نے اُس کا نام دریافت فرمایا تو اُسنے عرض کیا کہ میرا نام عبدالغنی ہے۔ آپ نے فرمایا فقیروں سے جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ تو پھر عرض کیا نہیں میرا نام عبدُاللہ ہے۔ غرضیکہ جب حضرت سماع میں مشغول ہُوئے تو وُہ شخص چلا گیا۔ چند روز کے بعد پھر حاضر ہُوا۔ حضرت نے اپنے اخلاقِ کریمانہ کے موافق اُس سے عذر کیا کہ وُہ وقت ایسا تھا کہ مجھ کو تمہارے جواب دینے میں تامل ہُوا۔ اب جو کچھ تم کو شُبہات ہَیں بیان کرو۔ فقیر اپنے علم کے موافق جواب دے گا۔ اُس نے عرض کیا حضور مجھے تو اُسی وقت کے جواب سے تسلی ہوگئی تھی۔ اِس وقت تو مَیں عفوِ تقصیر کے واسطے حاضر ہُوا ہُوں۔ حضرت نے متبسّم ہو کر فرمایا کہ اُس روز تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا۔ عرض کیا عبدُاللہ۔ فرمایا اگر تم مجھ سے دریافت کرو تو نہ تمہارا نام عبدُاللہ ہے اور نہ عبدالغنی۔ فلاں تمہارا نام ہے اور فلاں محلہ میں تم رہتے ہو اور فلاں جگہ تم نے پڑھا ہے۔ وُہ شخص حضرت کے یہ کلمات سُنکر حیران ہُوا اور سر قدموں پر رکھدیا اور عقیدت مندانِ خاص میں داخل ہُوا۔

جوگن کا اسلامی بروگ

نقل ہے کہ حضرت کے غلاموں میں ایک شخص سعید بیگ جو خدمتِ اقدس میں روز مرہ حاضر ہُوا کرتے تھے، ایک جوگن کو جو اپنے حُسن و جمال میں بے نظیر تھی اور جس کے ساتھ تقریباً پانسو آدمی رہتے تھے دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور اُس کے عشق میں ایسے مبتلا ہُوئے کہ حضرت کی خدمتِ والا میں بھی حاضر ہونا ترک کر دیا۔ کئی روز کے بعد جو حاضرِ خدمت ہُوئے تو حضرت نے غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا۔ مرزا نے سارا ماجرا عرض کیا کہ "حضور ہنگامِ دستگیری و وقتِ عنایت ست" غلام کی خبر لیجیئے۔ حضور تو خاموش ہو گئے مگر مرزا کے پیر بھائیوں نے یہ صلاح کی کہ حضرت کو کسی روز کسی بہانے سے جہاں جوگن ٹھیری ہے لے چلیں، تو عجب نہیں کہ مرزا کا کام بن جاوے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت کی نظرِ اقدس کے روبرو اُس جوگن کو پیش کیا گیا۔ حضرت نے مرزا سے مکان پر تشریف فرما ہو کر فرمایا کہ مرزا کل تم اُس جوگن کے پاس جانا تمہارا مقصد حاصل ہو گا۔ مرزا یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور دوسرے روز حسب الحکم جسوقت جوگن کے روبرو گئے، جوگن دیکھتے ہی مرزا کے پاس آئی اور کہا کہ مجھ کو حضرت کی خانقاہ میں لے چلو۔ مرزا نہایت شادمان وفرحان جوگن کو ساتھ لئے ہوئے حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ جوگن نے قدمبوسی حاصل کر کے داخلِ اسلام اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے تلقین فرما کر بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور حسبِ منشا اُس کا سعید بیگ سے نکاح کر دیا۔ جوگن کے ہمراہی بھی اِس واقعہ کو دیکھ کر تقریباً ڈھائی سو آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

تعلیمات

حضرت قدس سرہٗ العزیز اکثر اپنے خادموں کو پاس انفاس کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور اُسی کے متعلق آپ کا یہ ارشاد ہے۔ ؎

انفاس پاسدار اگر مردِ عاقلی!
ملکِ دو کون مِلک تواں کرد یک نفس

فرماتے تھے، ذکر خلو معدہ کے وقت کرنا چاہیئے۔ خصوصاً مبتدی کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

فرماتے تھے، کہ ذکر یعنی پاس انفاس سے کسی وقت غافل نہ رہنا چاہیئے تاکہ غیر کا خطرہ دل میں نہ گزرے۔

پاسبانِ دل شو اندر کل حال
تا نیابد ہیچ دُزد آنجا مجال
ہر خیالے غیر حق را دُزد داں!!
ایں ریاضت سالکاں را فرض خواں

فرماتے تھے، حدیث شریف میں آیا ہے "لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللهِ"

تا بجا روب لایزالی راہ !
نہ رسی در سرائے الا اللّٰہ

فرماتے تھے کہ جو فائدہ میں نے ذکرِ جہر میں دیکھا کسی چیز میں نہیں پایا۔ حالانکہ میں نے جب نفل پڑھنے شروع کئے تو ایک ہزار رکعت سے کم نہیں پڑھتا تھا اور جب قرآن خوانی شروع کی تو تین قرآن روزانہ میرا ورد رہا اور اسم ذات کا وظیفہ ایک لاکھ روزانہ پڑھتا تھا۔ لیکن جو لطف و لذت ذکر میں پائی کسی عبادت میں نہیں دیکھی۔

اَخلاق وعَادات

عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جو شخص خدمتِ عالی میں حاضر ہوتا نہایت الطاف اور مہربانی سے پیش آتے جس قسم کا حاجت مند آتا حتی المقدور اُس کی حاجت پوری فرماتے۔ رخصت کیوقت ضرور کچھ نہ کچھ عطا فرماتے اور کچھ نہ ہوتا تو عطر ہی کی تواضع فرماتے۔ گویا اس حدیث پر عمل کرتے مَنْ زَارَ حَیًّا وَلَمْ یَذُقْ مِنْہُ شَیْأً فَکَاَنَّمَا زَارَ مَیِّتًا

لوگ کثرت سے سفارش کی درخواستیں کرتے کبھی انکار نہ فرماتے۔ لکھا ہے کہ باوجود کثرت سے رقعاتِ سفارشی تحریر ہوتے کے کبھی کوئی سفارش خالی نہ جاتی۔ ابتدائے زمانہ میں نقد و جنس جو بطور نذر لوگ پیش کرتے قبول نہ فرماتے۔ لیکن جب اِس کی اطلاع حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کو ہوئی اور آپ نے تحریر فرمایا کہ سُنا گیا ہے کہ جو تمہارے عقیدت مند تم کو نذر دیتے ہیں تم اُس کو قبول نہیں کرتے اس میں لانے والے کی دل شکنی ہوتی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خلوص اور محبت سے کوئی شے لائے تم اُس کو قبول کیا کرو۔ اگر تم کو اس کی ضرورت نہ ہو تو محتاجوں کو دیدیا کرو کیونکہ محتاجوں کی حاجت روائی بہتر و اَولیٰ ہے۔ ؎

اینکہ بستانی و نیفشانیش !
بہتر ازاں ست کہ نستانیش

آپ کے حالات میں مرقوم ہے کہ حضرت اکثر استغراق میں رہتے تھے۔ جو شخص بے شغل

ہوتا اُس کی طرف زیادہ التفات نہ فرماتے اور جو شخص مشغول ہوتا اُس پر بیحد عنایت و نوازش فرماتے۔

اولادِ عالی مقام

حضرت کے پانچ فرزند تھے (۱) محمد عماد الدین (۲) غلام معین الدین (۳) غلام بہاء الدین (۴) غلام کلیم اللہ (۵) مولانا محمد فخر الدین فخر جہان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ بڑے صاحبزادے محمد عماد الدینؒ، تو حضرت خواجہ کامگار خانؒ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلیفہ تھے، بیعت ہوتے۔ باقی تینوں بھائی یعنی غلام معین الدینؒ و غلام بہاؤ الدینؒ و غلام کلیم اللہؒ حضرت محب النبی مولانا محمد فخر الدین فخرِ جہان رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

یوں تو آپ اپنے بھائیوں میں چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھئے کہ آپ کو سب سے بڑا اور فخرِ خاندان بنا دیا بلکہ ایک عالم سے فخرِ جہاں تسلیم کرا دیا۔ خواجہ کامگار خانؒ نے حضرت شاہ نظام الدینؒ کے ملفوظ میں ایک کتاب مسمیٰ احسن الشمائل تحریر کی اور نواب نظام الملک آصف جاہ مغفرت مکان جنکو حضرتؒ سے شرفِ بیعت حاصل تھا کتاب مسمیٰ بہ گلستان ارم لکھی۔ حضرت شاہ نظام الدینؒ کی تصانیف بہت ہیں منجملہ اُن کے ایک کتاب نظام القلوب جو حضرتؒ نے اذکار و اشغال میں تحریر فرمائی ہے، شائع ہو چکی ہے۔ سجع آپ کا یہ تھا:

در رعایتِ دلہا کوشش
نظام دین بدنیا مفروش

اسماء خلفاء

خلفاء آپ کے بہت ہیں۔ از انجملہ چند مشہور حضرات کے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) محب النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین (۲) خواجہ کامگار خان (۳) سید شاہ شریف۔ (۴) شاہ عشق اللہ (۵) شاہ محمد علی (۶) خواجہ نور الدین (۷) غلام قادر خان (۸) محمد یار بیگ۔ (۹) محمد جعفر (۱۰) شیر محمد (۱۱) کرم علی شاہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

وصال شریف

آپ کا وصال بتاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۴ھ بعد نماز عشاء واقع ہوا۔ آپ کی عمر شریف ۸۲ سال کی تھی۔ مزارِ اقدس آپ کا شہر اورنگ آباد میں زیارت گاہِ خلق مشہور ہے۔

اورنگ آباد (خلد آباد شریف)

از محترمہ پروفیسر وحیدہ نسیم صاحبہ کراچی

محترمہ پروفیسر وحیدہ نسیم صاحبہ چشتی نظامی، ایک معروف دانشور محقق، اہلِ علم اور اہلِ قلم خاتون ہیں معلّم، شاعر اور مصنف ہیں۔ اُن کی تصنیف شاہانِ بے تاج سے چند اشعار درج کئے جارہے ہیں۔ (مرتّب)

پہاڑوں کی حسیں آغوش میں یہ نُور کی دُنیا
یہی اہلِ بصیرت کے لئے ہے طُور کی دُنیا

یہاں جھونکے ہوا کے با ادب ہو کر گزرتے ہیں
وضو کرتے ہُوئے کہسار سے بادل اُترتے ہیں

اِسی خاموش بستی میں تصوف کا ہے میخانہ
یہ گنبد آج بھی ہے گردشِ دوراں سے بیگانہ

نسیمِ بے نوا اشکوں کا آئی لے کے نذرانہ
نگاہِ لُطف سے بھر دیجئے اس کا بھی پیمانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گشتم ز مے شاہ نظام الدینؒ مست
مستیٔ من است عالی از روزِ الست
عکسِ رُخِ یار چوں بساغر دیدم
از بادہ پرستی شُدہ ام جام پرست

(احسن الشمائل)

حضرت محبّ النبیؐ مولانا محمّد فخر الدّین فخرِ جہاں رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد شریف میں ہوئی۔ جب اسکی اطلاع حضرت کے والد ماجدؒ نے حضرت فانی فی اللہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دی تو حضرت شیخ نے اپنا ملبوسِ خاص حضورِ مولانا صاحب کے واسطے روانہ فرمایا اور تحریر فرمایا کہ اس فرزند کا نام مولانا محمّد فخر الدّین رکھنا۔ یہ میرا فرزند ہے اور یہ فرزند شہر شاہجہاں آباد کو اپنے نورِ ہدایت سے منوّر و روشن کرے گا۔ چنانچہ ابتداہی سے آپ کا لقب مولانا مشہور ہو گیا۔

نسب

نسب پدری آپ کا حضرت شیخ شہاب الدین عمرؒ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ پر اور نسبِ مادری آپ کا حضرت خواجہ بندہ نواز سیّد محمّد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ پر منتہی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و عنایت

جب عمر شریف آپ کی سات سال کی ہوئی، ایک روز آپ اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ نظام الدّین رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دبا رہے تھے کہ یکایک غنودگی طاری ہوئی اور بخت بیدار ہوا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بُن کے پانچ دانے عنایت فرمائے۔ جب آپ ہوشیار ہوئے تو ہاتھ میں وہ دانے موجود تھے۔ آپ نے اُن کو تناول فرمانا چاہا۔ حضرت کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا فخر الدّین اس تبرک کو تنہا نہ کھاؤ۔ آپ نے وہ سب دانے حضرت کے روبرو پیش کئے۔ حضرت نے اُس میں سے ایک دانہ خود نوش فرما کر باقی حضرت مولانا کو عنایت فرمائے آپ نے اُن کو تناول فرمایا۔ اُس روز سے حضرت شاہ نظام الدّینؒ کی خاص عنایت و توجہ جناب

مولانا صاحب پر مبذول ہوئی اور سب سے زیادہ آپ کو عزیز رکھنے لگے۔

تعلیم و تربیت

:- آپ نے چند کتابیں مثل مشارق الانوار، شرح وقایہ وغیرہ اور ایک کتاب علمِ طب میں اور ایک رسالہ فنِ تیر اندازی میں اپنے والد ماجد سے پڑھا اور باقی کل درسی کتابیں نہایت قلیل مدت میں حضرت مولانا جان محمدؒ سے تحصیل فرمائیں جو اُس زمانے میں فرد تھے۔ بعد فراغتِ علومِ ظاہری کے مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو کر اپنی خداداد استعداد اور قابلیت سے پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد صاحب سے خلافت حاصل کی جس کے ایک سال بعد ہی یعنی سولہ برس کی عمر میں بہ مشیت ایزدی آپ کے سر سے پدرِ عالی قدر کا سایہ اُٹھا لینے سے منشاء قدرت یہ تھا کہ اب آپ اوروں کو اپنے سایہ میں لیں۔

ریاضت و مجاہدہ و سترِ حال

حضرت مولانا صاحب نے اپنے ریاضت و مجاہدہ کو اس طرح چھپایا کہ ایک مدت تک آپکے خاص خاص رازداروں اور ہمنشینوں کو بھی خبر نہ ہوئی۔ اِس ہی وجہ سے ایک روز خواجہ کامگار خان نے جو حضرت کے پیر بھائی اور ہم خرقہ بھی تھے نہایت تہذیب اور ادب کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مشائخ کی طرح حلقہ ذکر منعقد فرمایا کریں اور طالبانِ خدا سے ذکرِ جہر کرایا کریں کیونکہ آپ مقتدائے وقت ہیں اور بزرگوں کی اولاد اور جانشین ہیں۔ آپ کی شان کے خلاف ہے اور اِسی قبیل سے بہت سی باتیں کہیں۔ حضرت سُنا کیے اور تبسم فرماتے اور ٹالتے رہے۔ جب اُنہوں نے زیادہ کہنا شروع کیا تو کچھ ناگوار گزرا۔ فرمایا کہ حضرت آپ ہی میرے واسطے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کاموں کی توفیق دے۔

خواجہ کامگار خاں نے دُعا کیواسطے ہاتھ اُٹھائے۔ مولانا صاحب نے بھی اُن کے ساتھ ہی دستِ مبارک اُٹھائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ کامگار خان کے پاس جو کچھ دولت و نعمت تھی، دفعتہً سلب ہو گئی۔ خواجہ کامگار خاں نے نہایت شرمندہ اور منفعل ہو کر قدموں پر سر رکھدیا

اور عرض کیا کہ فقیر کے پاس جو کچھ ہے آپ ہی کے در کا صدقہ ہے۔ فقیر کا عفو تقصیر فرما کر بندہ نوازی کیجئے یا ضبط فرما لیجئے اختیار ہے۔ حضرت مولانا صاحب قبلہؒ نے متبسّم ہو کر اُن کی تمام نعمت مع زائد اشیاء کے مرحمت فرمائی۔

اس واقعہ کے بعد حضور مولانا صاحب کا اطراف و اکناف میں چرچہ شروع ہُوا۔ مگر چونکہ آپ کا منشا شہرت پسندی کے بالکل خلاف تھا، اپنے اخفاء حال کی یہ تدبیر کی کہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید مغفور کے پاس تشریف لے گئے۔ نواب مغفور نہایت تعظیم و تکریم اور خاطر و مدارات کے ساتھ پیش آئے۔ اثناء کلمہ و کلام میں حضور مولانا صاحبؒ غریب نواز نے اپنی تشریف آوری کی یہ وجہ ظاہر فرمائی کہ "میں کسی خدمت کو انجام دینا چاہتا ہوں"۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف نے بعقیدت تمام عہدہ سپہ سالاری (یا نائب بخشی) پیش کیا۔

حضرتؒ نے تین سال نہایت حُسن و خُوبی سے اس خدمت کو انجام فرمایا۔ جس جگہ فوج کشی کی جاتی حضرت کی برکت سے فتح نصیب ہوتی۔ حضرت کی عادت مُبارک یہ تھی کہ لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنا ڈیرہ نصب کراتے اور تمام شب عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ سفر و حضر میں آپ کا روزہ قضا نہ ہوتا اور شمشیر زنی اور فوج کشی میں فرق نہ آتا اور اپنا کام نہایت خُوبی کے ساتھ انجام فرماتے۔ آخر جب اس حالت میں بھی آپ کا راز فاش ہونے لگا اور لوگ ریاضت و مجاہدہ اور کرامتیں دیکھکر معتقد ہونے لگے اور تعظیم و تکریم سے پیش آنے لگے تو آپ اس سلسلے سے بھی کنارہ کشی اختیار فرما کر اورنگ آباد تشریف لے آئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔

ہجرتِ دہلی۔ نقل ہے کہ ایک روز آپ یادِ حق میں مشغول تھے کہ یکایک غیب سے یہ ندا آئی:

"بند تجمل باش آزاد اے پسر"

اس کے بعد دہلی میں تشریف آوری کا خیال پیدا ہُوا۔ مگر ساتھ ہی فکر بھی لاحق

ہُوا کہ درگاہِ شریف میں کس کو چھوڑوں۔ دہلی میں تشریف آوری کے خیال کی یہ وجہ تھی کہ خُود حضرت شاہ نظام الدینؒ نے بچپنِ حیات یہ حکم فرمایا تھا کہ تم دہلی جا کر خلق اللہ کو ہدایت کرنا۔ دوسرے جب آپ اجمیر شریف حاضر ہُوئے تھے تو حضرت خواجہ بزرگ غریب نوازؒ سے بھی یہی اشارہ ہُوا تھا۔ غرضیکہ حضرت مولانا صاحبؒ ایک روز اسی فکر و تردد میں اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر مراقب ہُوئے تو مزارِ اقدس سے آواز آئی اور یہ شعر سُنا:

شہِ اقلیم فقرم بیخودی تختِ روانِ من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

اجمیر شریف کی حاضری

نقل ہے کہ بعد طی منازل و مراحل جب حضور اجمیر شریف پہنچے تو اُنہی ایام میں ایک درویش اپنے کشودِ کار کے واسطے مزارِ اقدس پر معتکف تھے۔ اِس رات کو حضرت خواجہؒ کی زیارت سے مشرف ہُوئے اور حضور غریب نواز نے فرمایا کہ ان کو پہچان لو نام اُنکا "مُحبُّ النبی" ہے۔ تمہارا مطلب ان سے پُورا ہو گا۔ صبح کو یہ درویش آستانہ شریف میں تلاش کرنے لگے کہ جو صُورت رات کو دکھائی گئی ہے کہاں ہے۔ ڈھونڈتے ہُوئے مسجد میں پہنچے اور حضرت مولانا صاحب کے جمالِ باکمال پر نظر پڑی فوراً پہچان لیا کہ یہ صاحب وہی ہیں۔ تو حضرت کے مریدوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ حضور مولانا صاحب نے پہلے ہی اپنے ہمراہیوں کو منع فرما دیا تھا کہ میرا پتہ و نشان کسی سے بیان نہ کرنا۔ اُس درویش کو جب حضرت کے ہمراہیوں سے کچھ پتہ نہ چلا تو خود حضرت سے مستفسر ہُوئے اور اپنا سارا حال عرض کیا۔ حضور مولانا صاحب فرمانے لگے کہ میاں میں ایک مسافر ہُوں، مجھ کو ان کاموں سے کیا نسبت۔

مُحبّ النبی

درویش نے عرض کیا کہ میں اس وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہُوں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے مجھ کو آپ کی صُورت خواب میں دکھائی تھی اور

ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا مطلب ان سے پورا ہوگا مگر صرف فرق اتنا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام "محب النبی" بتایا تھا اور یہاں مجھ کو "محمد فخر الدین" معلوم ہوا ہے۔ حضور مولانا صاحب نے جب یہ بات سنی تو آپ کو اُس درویش کی راست بیانی کا یقین ہوا۔ کیونکہ بسبب غلبہ فنا فی الرسول کے حضور مولانا صاحب اولیاء اللہ میں "محب النبی" کے لقب سے ممتاز تھے۔ چنانچہ اُسی روز سے یہ لقب مشہور ہوگیا۔ اس لقب کی نسبت دوسری روایت تکملہ سیر الاولیاء میں خود حضور مولانا صاحبؒ کی زبانی مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ موقع عرس حضرت مخدوم الاولیا نصیر الملت والدین چراغ دہلیؒ حاضر تھا کہ حضرت مخدوم نے مجھے کچھ تبرک لنگر شریف سے عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم "محب النبی" ہو۔ اُس روز سے لوگ مجھ کو "محب النبی" کہنے لگے۔"

دہلی میں تشریف آوری۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے ۱۱۶۵ھ میں دہلی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے روشن اور منور فرمایا۔ نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اپنی مثنوی میں ارقام فرماتے ہیں۔ ؎

بود سالے کہ فرخ و میموں ‏ ‏ شصت و پنج و ہزار صد افزوں
فخر دین با قدوم سعد و سعید ‏ ‏ دہلی کہنہ را نوا بخشید!
کرد آن مرد پاک در وے چو وطن ‏ ‏ گشت دہلی چو چشم ما روشن

اس وقت دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کا عہد تھا اور حضرت میرزا مظہر جانجاناں و حضرت شاہ غلام سادات۔ حضرت شاہ صابر بخش۔ حضرت ناگوں شاہ۔ حضرت بھولو شاہ۔ حضرت فتح علی شاہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ تھا۔ حقیقت میں جس پہلو سے دیکھئے دہلی کا یہ دور اُس کی رونق اور ترقی کا معراج تھا۔ ایسے ایسے اکابر و صلحا و علماء باکمال کی ذات دہلی کا فخر تھی۔

مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا و مرشدنا کے زمانہ فیض نشانہ میں اذکار و

اشغال اَور یادِ الٰہی کا ایسا چرچا ہُوا کہ گویا حضور محبُوب الٰہی سُلطان المشائخ رضی اللہ
کا از سرِ نو زمانہ دُنیا میں آ گیا۔ جو لوگ کمالات حضرات چشتیہ سے بے خبر تھے وُہ خبر
ہو گئے اَور جو بیہوش تھے ہوشیار بن گئے۔ مُردہ دِلوں نے حیاتِ اَبدی پائی ایک
عالم عشق کے پیالہ سے شرابِ معرفت پی کر مست ہُوا اَور ایک جہان نے اَپنے زنگ آ
دِلوں کو آبِ رحمتِ فیضانِ چشتیہ سے دھو کر روشن و منوّر بنایا۔ پھر اسی سال چھ
کے بعد حضرت جناب فریدالملّت والدّینؒ کی زیارت کے واسطے پاکپٹن شریف
فرما ہُوئے۔

پاکپٹن شریف کی حاضری۔

اسی سَال چھ ماہ کے بعد آپ جناب فریدالملّت والدّینؒ کی زیارت کے
واسطے پاکپتن شریف روانہ ہُوئے۔ یہ سفر حضرت نے پیادہ پا گوارا فرمایا۔ جب قصبہ
میں تشریف فرما ہُوتے۔ تو پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ ایک پالکی کرایہ کیا۔ مگر خُود اس
سوار نہ ہُوئے۔ راستہ میں جو شخص تھکا ماندہ تھا۔ اُس کو سوار کر لیتے۔ پالکی والے
حضرت قبلۂ عالم خواجہ نُور محمّد مہاروی رحمتہ اللہ سے جو اس سفر میں حضرت کے ہمرکاب
دریافت کیا کہ یہ کیسے شخص ہیں کہ پالکی کرایہ کیا ہے اَور خُود سوار نہیں ہوتے، دوسر
کو سوار کراتے ہیں۔ مجھ کو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا، ہاں اِنکا
ہی لاؤبالی مزاج ہے مگر ہم کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

الغرض اسی طرح جب حضرت لاہور میں تشریف فرما ہُوتے تو ایک ہزار سیب وا
خرید کر ہمراہ لئے اَور پاکپتن شریف پہنچے۔ ایک چھوٹا سا حجرہ جو روضۂ شریف کے متص
واقع تھا اُس میں قیام پذیر ہُوئے۔ یہ زمانہ حضرت دیوان شیخ محمّد یُوسف سجادہ نش
رحمتہ اللہ کا تھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ جب آپکی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ تو
سیب بطور تحفہ دیوان صاحبؒ کی خدمت میں نذر کئے۔ دیوان صاحبؒ چونکہ اُ
اَیام میں بیماری سے صحت یاب ہُوتے تھے اَور حکیم نے قوّت و فرحت کے وا

سیب کھانے کو بتلاتے تھے مگر دستیاب نہیں ہوتے تھے۔ لہٰذا دیوان صاحبؒ اس تحفہ سے بہت خوش ہوئے اور حضرتؒ کے اس کشف و کرامات سے نہایت معتقد ہوتے۔ عرصہ تک وہاں یادِ الٰہی میں مصروف رہے اور بہت لوگوں نے آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

بذل و ایثار

بفضلہٖ ہزارہا روپیہ اور ہر قسم کی اشیاء نذر میں آتی تھیں۔ مگر سب کو بندگانِ خُدا خصوصاً پیرزادگانِ مزاراتِ متبرکہ پر خرچ فرماتے تھے۔ ذاتِ خاص کیواسطے کچھ نہ رکھتے۔ آپکے مال و جنس میں صریح طور سے لوگ خیانت کرتے مگر کبھی کسی سے آپ مواخذہ نہیں فرماتے۔ بارہا ایسا ہُوا کرتا تھا کہ آپ کے کتب خانہ سے لوگوں نے کتابیں چُرائیں اور آپ کی ہی خدمت میں فروخت کرنے لائے۔ آپ جو کچھ دام وہ مانگتے دیکر کتاب کتب خانے میں داخل فرماتے اور اُن سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک دفعہ بلند خان صوبہ دار کشمیر نے ایک شخص کے ہاتھ عریضہ اور ایک ہزار روپیہ کی اشرفیاں ارسالِ خدمت کیں۔ جو شخص لائے تھے اُنھوں نے یہ عریضہ پیش کیا نہ اشرفیاں۔ چند روز کے بعد بلند خاں کا دوسرا عریضہ حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا اور اشرفیوں کا حال معلوم ہُوا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اُس شخص سے کوئی کچھ نہ کہنا اُس کی تقدیر کے تھے۔

نقل ہے کہ میاں محمد واصل جب حرمین شریفین مبارکین کی زیارت سے فارغ ہو کر آرہے تھے تو رستہ میں حضرت مولانا صاحبؒ کے کسی مرید نے اُن کو چار سو روپیہ کی سوغات حوالہ کی اور کہا کہ یہ ہدیہ خدمت عالی میں پیش کر دینا۔ میاں محمد واصل صاحب وہ اشیاء لیکر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ سماع کی مجلس میں وجد اور کیف کی حالت میں یہ تمام اشیاء قوالوں کو دیدیں۔ پھر جب خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو سارا واقعہ عرض کیا حضرتؒ نے نہایت بشاشت اور خوش پیشانی کے ساتھ فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔

نقل ہے کہ ایک مزدور نے حضرتؒ کا لباس مع ایک چاقو کے کہ جو جیب کے اندر پڑا ہوا تھا چرا لیا۔ دو روز کے بعد جب لوگوں نے معلوم کر کے عرض کیا تو حضرتؒ نے منع فرمایا کہ اس بات کا چرچا نہ کرو جو کچھ اُس نے لیا ہے ہم نے اُسکو بخش دیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت بارادۂ حج تشریف فرما ہوئے۔ جب جہاز پر پہنچے اور قریب تھا کہ سوار ہوں ایک ضعیفہ نے سوال کیا کہ حضور میری لڑکیاں جوان بیٹھی ہیں۔ اُن کی شادی کے واسطے کچھ عنایت فرمایئے۔ حضرتؒ نے یہ سنتے ہی تمام سفر خرچ اُس ضعیفہ کو مرحمت فرمایا اور خود واپس تشریف لے آئے۔

مکارمِ اخلاق و عاداتؒ

حضور مولانا صاحبؒ کی ذات مستجمع کمالات تمام اوصاف ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ بلکہ بعض صفات بلا مبالغہ آپکی ذاتِ اقدس میں مافوق العادت درجہ پر پہنچی ہوئی تھیں، جیسے ایثارِ نفس۔ انکسار۔ تواضع۔ ہمدردی وغیرہ جن کو نہایت اختصار کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔

مناقب فخریہ سے منقول ہے کہ حضرت مولانا صاحبؒ نہایت متواضع اور اعلیٰ درجہ کے خلیق سرتاپا خلق مجسّم تھے۔ ہر شخص کے ساتھ بخندہ پیشانی پیش آتے اور حسبِ لیاقت آنیوالے کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ یہاں تک کہ حالتِ بیماری میں بھی سروقد کھڑے ہو جاتے۔

کتاب مناقب فخریہ میں حضرت مولانا صاحبؒ کے مرید نواب غازی الدین خان فیروز جنگ بہادر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پیرا خاکروب تین روز خانقاہ شریف میں خدمت کے واسطے حاضر نہیں ہوا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا سبب ہے مجھ کو کئی روز سے میاں پیرا نظر نہیں آتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت وہ بیمار ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ اُن کی عیادت کیواسطے تشریف لے گئے اور نہایت تسلّی و دلداری فرما کر ارشاد فرمایا کہ "میاں پیرا تمہاری خبر گیری میں جو مجھ سے تاخیر ہوئی اُس کو معاف کرنا" پھر کچھ زرِ نقد عنایت فرمایا اور سیّد احمد صاحبؒ سے

ارشاد فرمایا کہ لنگر سے دَوا اُن کے واسطے پہنچادیا کریں اور حکیم میر حسین صاحب کو اُن کے علاج کی بابت تاکید فرمائی۔

نقل ہے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ کے فرزندوں سے ملازمانِ سُلطانی نے حویلی خالی کرا کے ضبط کرلی، تو حضرت مولانا صاحبؒ نے اِن سب کو اپنی حویلی میں جگہ دی اور ہر طرح سے خبر گیراں ہُوتے اور از حد دلداری اور دِل جوئی فرمائی۔ پھر بادشاہ سے سفارش فرما کر اُن کی حویلی کو واگذاشت کرادیا اور نہایت اعزاز کے ساتھ رخصت فرمایا۔

حضرتؒ کی عادتِ مبارک تھی کہ جب کسی سے کچھ وعدہ فرماتے تو جب تک اُسکو پُورا نہ فرمادیتے مطمئن نہ ہوتے۔ جب کبھی کسی سے وعدہ فرماتے تو بالجزم نہ فرماتے۔ نہ تقریر میں نہ تحریر میں۔ بلکہ یہ فرماتے کہ بہ مشیت الٰہی ایسا ہوگا یا ایسا کروں گا۔

کرامات وخرقِ عادات:۔

نقل ہے کہ جب آپ اورنگ آباد شریف سے دہلی تشریف لارہے تھے تو راستہ میں ایک بُتخانہ کے قریب آپ فروکش ہُوئے۔ دوسرے دِن صبح کو ایک نابینا بڑھیا آپ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہُوئی اور عرض کی کہ اس قافلہ میں مولانا محمد فخر الدینؒ نام کے کون صاحب ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا "فخر الدین میرا نام ہے تمہارا کیا کام ہے"۔ اُس نے عرض کیا میری آنکھیں روشن کر دیجئے۔ حضرت نے فرمایا "مَیں طبیب نہیں ہُوں جو تمہاری آنکھوں کے واسطے دَوا دُوں۔ مَیں ایک مسافر سپاہی آدمی ہُوں۔ مَیں کہاں اور یہ کام کہاں۔ جس نے تم سے یہ کہا ہے غلط کہا"۔ عورت نے عرض کیا حضرت غلط تو نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک مدّتِ مدید سے اس بُت خانہ میں اپنی آنکھوں کے واسطے بڑے بُت کے آگے دُعا کرتی تھی۔ چند روز ہُوئے کہ ایک روز خواب میں اس بُت نے مُجھ کو بشارت دِی کہ تو یہیں موجود رہ۔ تھوڑے دن میں ایک شخص یہاں آئیں گے، وُہ تجھ کو بینا کر دیں گے۔ چنانچہ مَیں منتظر رہی۔ گذشتہ شب کو پھر

اس بُت نے خواب میں مجھ سے کہا کہ وہ شخص جن کا نام مولانا محمد فخر الدین ہے یہاں آگئے ہیں تو صبح ہوتے ہی اُن کی خدمت میں حاضر ہو اور اپنا عرض حال کر وہ ضرور تیری آنکھیں روشن کر دیں گے۔ اِس لئے میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ رحم فرما کر میری آنکھیں روشن کر دیجئے۔ بالآخر حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنا دستِ حق پرست ضعیفہ کی آنکھوں پر پھیرا اور بہ قدرتِ کاملہ اُسی وقت وہ نابینا سے بینا ہو گئی۔

نقل ہے کہ جب آپ اورنگ آباد میں تشریف رکھتے تھے تو ایک شخص خون کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو پناہ دیجئے چھپا لیجئے۔ حضرت نے فرمایا اِس مکان میں جو گھاس پڑی ہے اُس کے اندر پوشیدہ ہو جا۔ تھوڑی دیر میں اُس کے مدعی بھی آپہنچے اور حضرت سے عرض کیا کہ ہمارا ملزم آپ کے ہاں آیا ہے اُس کو عنایت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا فقیر کا گھر موجود ہے تم تلاش کر لو۔ اُن لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوئی جو آپ کے مکان کی تلاشی لیتے، واپس چلے گئے۔ مگر اُس شخص کی جستجو میں رہے کہ جس وقت مل جائے انتقام لیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے جو سراسر خلقِ مجسم تھے اُس خونی سے ارشاد فرمایا کہ میاں تیری حفاظت میرے ذمہ اس شرط سے ہے کہ جو کچھ میں بتاؤں اُس پر عمل کرو ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ ارشاد ہو میں دل و جان سے اُس پر عمل کروں گا۔ حضرت نے اُس کو پڑھنے کے لئے فرمایا اور ایک حجرہ اُس کو عنایت کر دیا۔ خونی یادِ الٰہی میں مشغول ہوا۔ اُس کے چند روز کے بعد جو حضرت اُس کے پاس تشریف فرما ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ اُس کا حال بالکل متغیر ہے اور وہ مجذوب ہو چلا ہے۔ اُس نے حضرت کو دیکھ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ فرصت کے وقت تھوڑی دیر باہر آکر فقیر کے پاس بیٹھا کرو۔ اُس نے ایسا ہی کرنا شروع کیا۔ چند روز میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ جو کچھ زبان سے کہتا وہی ہو جاتا اور جس پر نظر ڈالتا اُس کی حالت متغیر کر دیتا اور اُس کو اپنا بنا لیتا۔

اتفاق سے اُنہیں دِنوں میں اُس کے مدعیوں کو پختہ طور پر معلوم ہوا کہ وہ شخص

حضرت کی خانقاہ میں موجود ہے۔ چنانچہ وُہ بقصدِ گرفتاری پھر اورنگ آباد آموجود ہُوئے۔ حضرت مولانا صاحب نے خُونی سے فرمایا کہ جاؤ اَپنے مدعیوں سے معافی چاہو۔ خُونی فوراً بے خوف وخطر اَپنے مدعیوں کے پاس چلا گیا۔ مدعیوں نے دیکھتے ہی دُور سے ہتھیار سنبھالے تاکہ اَپنا انتقام لیں مگر جب قریب ہُوئے اَور چار آنکھیں ہُوئیں توسب قدموں پر گر پڑے اَور عجیب حالت وارفتہ سب کی ہوگئی۔ اُنہوں نے نہایت اَدب سے اَپنے پاس آنے کا حال دریافت کیا تو اُسنے کہا کہ مجھکو حضور مولانا صاحب نے تمہارے پاس بھیجا ہَے کہ مَیں تم سے معافی کا خواستگار ہُوں۔ یہ سُن کر اُنہوں نے بخوشی تمام معافی دی اَور حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑے اَور اِرادت سے مشرّف ہُوئے۔

ایک اَور نقل فقیر سے مولوی حافظ عزیز الدّین صاحب وکیل مرحوم نے بیان کی۔ وہ فرماتے تھے کہ مَیں نے حکیم احسن اللہ خان مرحوم سے سُنا ہَے کہ ایک دفعہ میر محمّدی شاہ صاحبؒ جو حضرت مولانا محبُّ النبیؒ کے خلیفہ تھے بیمار ہُوئے۔ ابوظفر بہادر شاہ بادشاہ نے اُن کے معالجہ کا مجھے حکم دیا۔ مَیں علاج کرتا رہا۔ ایک روز میرے دِل میں خیال آیا کہ میر محمّدی صاحب کے بہت معتقد ومرید ہیں آج شب کو اُن کے پاس رہ کر دیکھوں کہ رات اُن کی کِس حالت میں گزرتی ہے۔

چنانچہ میں ایک شب اُن کی خدمت میں حاضر رہا۔ مَیں نے دیکھا کہ میر صاحب کو غفلت میں رات کے ایک بجے تک برابر ہذیان ہوتا رہا جس میں تمام دُنیاوی باتیں فرماتے رہے کہ فلاں شہزادہ نے یہ بھیجا ہَے اَور فلاں نے یہ بھیجا ہَے۔ اچھا میرا سلام کہنا وغیرہ وغیرہ۔ بعد ایک بجے کے میر صاحب ہوشیار ہُوئے۔ مَیں نے دَوا پلائی تھوڑی دیر میں پھر غفلت ہوگئی۔ اِس غفلت کے ہوتے ہی ذکر جاری ہوگیا اَور اِس قدر زور سے کہ باہر تمام صحن میں آواز جارہی تھی جب صبح ہُوئی تو دَوا وغیرہ پلانے کے بعد مَیں نے عرض کی کہ رات کو مَیں نے حضرت کی دو حالتیں دیکھیں اَوّل شب یہ کیفیت تھی اور آخر شب یہ حالت تھی اِس کا سبب ہے۔ میر صاحب میرے اس استفسار پر آبدیدہ ہُوئے اَور فرمایا کہ:

"حکیم صاحب بیشک سچ کہتے ہو رات کو تقریبًا ایک بجا ہوگا کہ مولانا صاحب نے اپنی زیارت سے مجھ کو مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میر محمدی میں نے تجھ کو یہی تعلیم کیا ہے۔ حضرت صاحب قبلہؒ کی عنایت سے بعد کی کیفیت جو آپ بیان کرتے ہیں ہوئی ہوگی۔"

نقل ہے۔ سید بدیع الدین صاحبؒ نے جو حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا مرشدنا درگاہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے واپس تشریف لا رہے تھے میں ہمرکاب تھا۔ رعب کے سبب اگرچہ کسی امر کا سوال کرنا مشکل تھا مگر نواب غازی الدین خان فیروز جنگ کا مجھے بہت خیال تھا اسلئے موقعہ پاکر میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسا سُنا گیا ہے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے پیشین گوئی کی ہے کہ بھاؤ کی فوج کو فتح ہوگی شاہ درانی مارا جائیگا اور نواب غازی الدین خان کو دہلی میں آنا نصیب نہ ہوگا۔

حضرت نے فرمایا شاہ ولی اللہ صاحب کا فرمانا دُرست تھا صورت ایسی ہی ہوگئی تھی مگر مرہٹوں کی فوج نے بڑا ظلم کیا مسلمانوں کے دیہات میں سے ایک گاؤں کو لوٹا اور ایک عورت سیدانی کو سخت اذیت پہنچائی۔ اس کی فریاد و آہ زاری نے اثر کیا۔ بحکم خدا ارواحِ مقدسہ حسنین علیہ السلام سے مددِ غیبی پہنچی۔ اب معاملہ برعکس ہوگیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ مرہٹے شکست پاوینگے اور شاہ درانی و افغان فتح یاب ہوں گے اور نواب غازی الدین خاں مع الخیر دہلی آوینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بھاؤ مرہٹہ مع فوج کے مارا گیا۔ شاہ درانی کو فتح ہوئی اور نواب غازی الدین خاں بہادر دہلی آکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

نقل ہے۔ درویش صوفی یار محمد نام قلعہ فیروز آباد کے قریب جو آستانہ شریف حضرت خواجہ نظام الملۃ والدین محبوب الٰہیؒ کے سرراہ واقع ہے، سکونت رکھتے تھے حضرت مولانا صاحبؒ جب آستانہ شریف میں حاضر ہونے کے لئے تشریف لے جاتے تو ازراہِ خُلق کریمانہ ان کے مکان میں قدم رنجہ فرماتے۔ ایک دفعہ یہ صوفی سخت بیمار ہوئے۔ یہاں تک کہ نشست و برخاست کی بھی طاقت نہ رہی تو آخر شب صبح کے قریب حالتِ بیداری میں دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان

میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ تعظیم کے واسطے کھڑے ہوتے۔ نازک آواز سے معذرت کرنے لگے۔ حضرت مولانا صاحبؒ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا "خاطر جمع رکھو انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہے" یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ آپ کے تشریف لیجاتے ہی صوفی صاحب نے اپنے جسم میں ایسی طاقت پائی کہ بغیر کسی دوسرے کی امداد کے قضائے حاجت کیواسطے جاتے ضرور گئے۔ جاتے وقت دروازۂ مکان کو جو دیکھا تو اندر سے بند پایا۔ حیران ہوئے کہ حضرت مولانا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کہاں سے تشریف لائے۔ آخر سمجھے کہ یہ حضرت کی کرامت ہے۔ بعد نماز صبح ڈولی میں سوار ہو کر خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ قدمبوسی بجالانے کے بعد چاہتے تھے کہ کچھ عرض کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ "اے صوفی یہ تمہارے خیالات ہیں" اور اشارہ سے منع فرمایا کہ خاموش رہو۔ صوفی صاحب نے اُسی وقت شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور چند روز میں صاحبِ کرامت ہو گئے۔

نقل ہے کہ قاضی انور ضیا، ساکن سونی پت جو حضرتؒ کے مُرید تھے، سات مہینے سے مرضِ دق میں مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ زندگی کی اُمید نہ رہی اور علاج معالجے سے کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ یکایک خیال ہُوا کہ بہتر یہ ہے حضرت مولانا صاحبؒ قبلہ ہی کے قدموں میں حاضر ہو کر جان جاں آفریں کے سُپرد کروں۔ چنانچہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا صاحب نے اُن کی حالت کو ملاحظہ فرمایا اور اُن کی تقدیر سے حضرت کا دریائے کرم جوش میں آیا۔ بغل گیر ہُوئے۔ بغلگیر ہوتے ہی قاضی صاحب نے اپنے جسم میں ایسی قوت و طاقت محسوس کی کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ تھے۔

تو جانِ عالمی و فدائے تو جانِ ما
قُربانِ خاکِ راہِ تو رُوح و روانِ ما

نواب غازی الدین خان مرحوم مؤلف مناقب فخریہ اپنی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ مجھے مسئلہ وحدۃ الوجود کے سمجھنے میں سخت تردد رہتا تھا۔ حضرت مولانا و مرشدنا نے مکاشفہ سے میرا تردد معلوم فرمالیا۔ ایک روز بوقتِ تنہائی غلام کے پاس تشریف فرما ہُوئے۔ مَیں تعظیم کے واسطے کھڑا ہُوا۔ حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں

مُبارک میری انگلیوں میں ڈالیں اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں ہتھیلیاں ملائیں اور متبسّم ہوکر میری طرف دیکھا۔ وُہ حضورِ انور کا دیکھنا گویا شراب تھی جو دِل میں ڈال دی یا آگ تھی جو میرے سینے میں بھڑکا دی۔ معلوم ہُوا کہ دِل نِکل گیا اور سمجھا کہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مَیں تو بیہوش ہوکر گر پڑا اور حضرت واپس تشریف لے گئے۔ دیر کے بعد جب مَیں ہوشیار ہُوا تو عجیب اپنی حالت دیکھی۔ علاوہ بے انتہا ذوق وشوق پیدا ہو جانے کے تمام جمادات۔ نباتات۔ حیوانات ایک شے نظر آتے تھے اور ذکر جاری ہو گیا۔ کھانا۔ پینا۔ سونا سب رخصت۔ مدّت کے بعد مجھے اپنی حالت پر لائے ورنہ مجذوب ہو جاتا۔

تصانیف :-

رسالہ فخرالحسن، حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ملاقات وبیعت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنی ہُوئی تھی، اور شاہ ولی اللہ صاحب محدّث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نفی اپنے ایک رسالہ میں تحریر کی تھی۔ جس کے جواب اور ملاقات کے اثبات میں ضروری تھا کہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی قلم اُٹھائیں اور مسلّمہ مسئلہ کو ثابت کر کے حق کو ظاہر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے تمام اعتراضات ودلائل کی تردید میں ایک کتاب مسمّی بہ فخرالحسن تصنیف فرمائی جو قابلِ دید ہے اور جس کی عالمِ باعمل افضل العلماء واکمل الکملاء حضرت مولانا احسن الزمان محمدؐ صاحب حیدر آبادی مدظلہ العالی نے شرح فرمائی ہے اور نہایت تحقیق وتدقیق سے بہت خُوب لکھی ہے۔

حضرت مولانا صاحب کی بہت تصنیفات ہیں۔ علم عقائد میں رسالہ عقائد نظامیہ اور علمِ سلوک میں رسالہ عین الیقین وسیرت محمدیہ وغیرہ مشہور انام ہیں۔

خلفاء :-

یُوں تو آپ کے خلفاء کثیر التعداد ہیں مگر یہاں

صرف آپکے مشاہیر خلفاء کے اسماءِ گرامی تحریر کئے جاتے ہیں (۱) حضرت خواجہ نورُ محمّد مہاروی (۲) مولانا ضیاء الدّین صاحب جیپوری (۳) قبلۂ عالم مولانا جمال الدّین رامپوری (۴) مولانا سیّد احمد (۵) میر بدیع الدّین (۶) مولوی غلام فرید (۷) صوفی یار محمّد (۸) مولانا مولوی قطب الدین (۹) میر محمّد عظیم (۱۰) مولانا ظہور اللّٰہ (۱۱) مولوی روشن علی (۱۲) محمّد امان اللّٰہ (۱۳) میاں عصمت اللّٰہ (۱۴) مولانا شمس الدّین (۱۵) حاجی لعل محمّد صاحب جو مولانا شمس الدّین صاحب کے مرید اور حضرت مولانا صاحب سے خلافت اور فیض یافتہ تھے۔ (۱۶) مولوی عبد اللّٰہ (۱۷) مولوی خُدا بخش (۱۸) شاہ فتح اللّٰہ (۱۹) نواب غازی الدّین خان المتخلص بہ نظام (۲۰) مولانا نیاز احمد (۲۱) مولوی محمّد غوث۔ (۲۲) حاجی احمد (۲۳) حاجی خدا بخش (۲۴) غلام مرتضیٰ (۲۵) سید محمّدی (۲۶) مولوی مجیب الدّین (۲۷) شاہ قمر الدّین (۲۸) شاہ روح اللّٰہ (۲۹) شاہ سید شریف (۳۰) مولوی عبد اللّٰہ ثانی (۳۱) مولانا حسن علی (۳۲) محمّد واصل (۳۳) حافظ سعد اللّٰہ (۳۴) مولوی محمّد گل (۳۵) مرزا محمّدی المتخلص بہ بیدار رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین۔

یہ حضرت مولانا صاحبؒ کے چند خلفاء نامی کے اسماءِ گرامی تحریر کئے گئے ہیں ورنہ آپ کے نام لیواؤں سے ہندوستان کا کوئی شہر اور دیگر ممالکِ اسلامی مثل عربستان و ترکستان اور خراسان وغیرہ خالی نہیں ہیں۔

وصال شریف:

جب عمر شریف ۸۳ سال کی ہُوئی تو خلفاء کرام کو ارشادِ انام کی اجازت فرمائی اور خُود درگاہِ عالم پناہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الدّین بختیار کاکی قدس اللّٰہ سرہ العزیز میں رونق افروز ہُوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد پھر واپس دہلی تشریف لائے اور بتاریخ ۲۶ رماہ مُبارک جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ بوقت آخر شب اِس جہانِ فانی سے رحمتِ یزدانی کی طرف نہضت فرمائی۔ مادۂ ہاء تاریخ وصال یہ ہیں۔ خورشید دوجہانی۔ محبُ النّبی ہادی محمّد فخر الدّین شیخ جہانگیر۔ واقف غیب قطب زمین

فخرِ صاحب۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ حالات محض تبرکاً شامل دیباچہ کئے گئے ہیں مفصل حالات معلوم کرنے کے واسطے
مناقبِ فخریہ و فخرالطالبین۔ مناقب المحبوبین۔ فوائدِ فخریہ۔ فخرالبرہانیہ۔ شجرۃ الانوار
فخریہ وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

فقیر محمد عبدالصمد فریدی فخری عفی اللہ عنہ

---

(۱)

جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "الفخر فخری" اے ظفر
فخرِ دیںؒ، فخرِ جہاںؒ پر وہ فقیری ختم ہے

(۲)

جو ہاتھ آئے ظفر خاکِ پائے فخرالدینؒ!!
تو میں رکھوں اُسے آنکھوں کی توتیا کے لئے

(۳)

کیا خطر اُس کو راہِ دیں میں ظفر
رہنما جس کا فخرِ دیںؒ ہو جائے

(۴)

کوچۂ فخرِ جہاںؒ کی اے ظفر
خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہے!

(بہادر شاہ ظفر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب ①

سالکِ مسلکِ نورِ محمدؐ میاں نورِ محمد
عظمہُ اللہِ المُمجدؒ از فضل الٰہی تا تحریر
بعافیت میگذرد والحمد للہ والمنۃ تمامی ایام ازآں روزیکہ
روانہ شدہ اند بعنوان سابق ست حق تعالیٰ شمارا بحفظ
خود دارد و بہ جمعیت دارد معلوم باد کہ یادِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ
ست و دنیا مزرعہ آخری ست الاّ ست دنیا امریست کہ
لیس کاسباً و مکتسباً حکم دارد مصروف نباشند الا برائے تقویت
مزاج۔ انتم اعلم بجمیع الامور یفعلُ اللہُ مایشاءُ ویحکُمُ ما
یُرِیدُ خود را دخیل نباید کرد واللہُ قوی قیّوم غفورُ۔ اللہ
حافظکُم وناصِرکُم در خدمت مسعود دارین حافظ مسعود
سلمہ الودود سلام رسانند و بہ متعلقان خود سلام
رسانند۔

ترجمہ مکتوب ①

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نُورِ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مسلک و مَشرب کے سالک میاں نُورِ محمّد اللہ تعالیٰ اُن کی عظمت اور بزرگی میں اضافہ کرے۔ فضلِ الٰہی کی بدولت تادمِ تحریر خیرو عافیت سے گزُر رہی ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اُسی کا احسان ہے۔ تمام ایّام اُسی روز سے جب سے یہ روانہ ہُوئے ہیں، سَابق کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپکو اپنی حفاظت میں رکھے اور دِلجمعی و اطمینانِ خاطر سے نوازے۔ یَاد رہے کہ یَادِ مولیٰ اور ذکرِ الٰہی سب سے اولیٰ و افضل ہے اور دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ آلات و اسباب دُنیا اس کیلئے لازمی امور ہیں وَرنہ یہ نہ کاسب ہے اَور نہ مکتسب۔ لہٰذا اِس میں مصروف نہ ہوں مگر تقویت مزاج کی خاطر۔ آپ تمام معاملات کے متعلق خوُب جانتے ہیں۔ اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اسی کا حکم دیتا ہے جس کا وُہ اِرادہ کرتا ہے۔ اپنے آپ اُس کے کاموں میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ اللہ طاقتور، قائم رہنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔ اللہ آپ کا نگہبان اور مدد گار ہے،

دونوں جہانوں کے سعادت مند حافظ مسعود ـــــ ودودِ مطلق اُسے سلامت رکھے ـــــ کی خدمت میں سلام پہنچائیں اور اپنے متعلقین کو بھی سلام پہنچائیں۔

تشریح واشارات

۱؎ اس لقب سے حضور قطب زمان فخر الاوّلین والآخرین حضرت خواجہ غریب نواز محب النبی مولانا محمّد فخر الدّین فخرِ جہان رضی اللہ عنہٗ کا اپنے خلیفہ اعظم منبع انوار الصمد مظہر اسرار احد قبلۂ عالم حضرت خواجہ نُورِ محمّد مہاروی رضی اللہ عنہٗ کو ملقب کرنا اس اَمر کی بشارت ہے کہ حضرت قبلۂ عالم محمّدی المشرب اَور شریعت و طریقت میں جامع ہَیں اَور انوار محمّدی اَور شموسِ احمدی کی روشنی میں سلوک کو طے کر کے شیخ کامل ومکمل کے دَرجے پر سرفراز ہُوئے ہیں۔

۲؎ مسلک لغت میں راستہ کو کہتے ہَیں مگر اصلاحِ صوفیہ میں مسلک سے وُہ خاص راستہ مراد ہے جس سے وُہ خُدا تک پہنچتے ہَیں اگرچہ شریعت بھی راستہ ہی کا نام ہے مگر احکامِ شریعت ظاہر پر ہَیں اَور احکامِ طریقت باطنی ہیں مثلاً ایک شخص نے بغیر حضورِ دل کے نماز پڑھی۔ تو شریعت کے نزدیک نماز اُس کی ہو گئی مگر اہلِ طریقت کے نزدیک اُسکی نماز نہیں ہُوئی اَور وُہ یہ کہیں گے کہ اس شخص نے نماز نہیں پڑھی۔ اہلِ شرع کے نزدیک جیسے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی، اسی طرح اہلِ سلوک کے نزدیک بغیر حضوری کے نماز نہیں ہو سکتی۔ سالک جب اَپنے قلب کو سَب کی طرف سے پھیر کر خُدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تب اِس میں حقائق جلوہ گر ہوتے ہَیں اس واسطے سالک کو سب سے پہلے مشارکت غیر سے توبہ کرنی چاہیئے۔ یعنی غیر کا خیال دِل میں نہ لاوے کیونکہ اہلِ سلوک کے نزدیک اِس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اہلِ شرع غیر کی عبادت کو شرک کہتے ہیں اَور اہلِ سلوک غیر کے خیال کو شرک کہتے ہیں۔

۳؎ اِس قول کی شرح مولانا روم قدس سرہٗ کے اِن اشعار سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے۔

این جہان وآں جہاں فانی بُود | غیر یادش جُملہ نادانی بُود
یادِ او سرمایہ ایماں بُود | ہر گدا از یادِ او سلطاں بُود
یادِ او گر مونسِ جانت بُود | ہر دو عالم زیرِ فرمانت بُود
بس بزرگی ہاست اندر یادِ اُو | یادِ اُو کن یادِ اُو کن یادِ اُو

ے کاسب اُسے کہتے ہیں کہ جس سے دوسری چیز حاصل ہو اور مکتسب وہ ہے کہ جس کو حاصل کیا جائے گویا کاسب علت مکتسب معلول ہے۔ حضور مولانا فرماتے ہیں کہ دُنیا نہ کاسب ہونے کے لائق ہے کیونکہ فنائے محض ہے علت ہونے کے لائق نہیں اور نہ دنیا مکتسب ہو سکتی ہے اس لئے کہ نہایت محقر اور ذلیل ہے اس قابل نہیں کہ اس کو حاصل کیا جائے پس نہ یہ کاسب ہے اور نہ مکتسب یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ حضور مولانا یہ فرماتے ہیں کہ کھانے اور پینے میں جو لَیسَ کَاسِبًا وَّمُکتَسِبًا کا حکم رکھتا ہے یعنی جس کا کوئی ماحصل نہیں ہے۔ مصروف رہو مگر تقویتِ مزاج کی حد تک۔ کھانا پینا اگر تقویتِ مزاج کی حد سے زیادہ ہو جائے تو خواہشاتِ دُنیا پیدا کرے گا۔ جو آخرت کے واسطے نقصان بخش ہے اور تقویتِ مزاج کی حد سے کم ہو گا تو کمزوری کی وجہ سے دُنیا چھوٹ جائے گی۔ اور دُنیا کے ساتھ ہی آخرت کی نشوونما موقوف ہو جائے گی۔ کیونکہ حضرت کا ارشاد ہو چکا ہے کہ دُنیا مزرعہ اُخروی است (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے) کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ کھانا پینا تقویتِ مزاج کے واسطے ہے اور مزاج روح کا گھوڑا ہے۔ پس تم اس گھوڑے کو اس قدر قوی مت کرو کہ وہ سوار کے ساتھ شرارت کرے اور اس کو خیال میں نہ لائے اور نہ اس قدر کمزور ہی کر دو کہ وہ گر پڑے اور سوار بھی اُس کے ساتھ گر جائے ۵ مقام تشبیہ میں جس چیز کو ارادہ اور حکم کہتے ہیں اُسی کو مقامِ تنزیہ میں مشیت اور اللہ کا فعل کہتے ہیں۔

عالمِ تشبیہ میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو پہلے عالمِ تنزیہ میں مشیتِ ایزدی میں نہ تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الأَمرِ شَيْءٌ قُل إِنَّ الأَمرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ پس عالمِ تشبیہ کے احکامات میں دخل نہ دینا چاہیئے

مکتوب ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مجموعہ اسرارِ خفی و جلی جویای حقایقِ سرمدی سید محمدی
از محب دلی محمد فخر الدین مطالعہ نمایند۔

کان قندم نیستانِ شکرم ہم ز من میرویدو من میخورم

اعنی منشای جمیع حلویات و شیرینی ہا منم و من میخورم و من دادِ
لذت میدہم۔ پس در مملکتِ وجود غیر من نیست موجود۔

غیرتم غیر در جہاں نگذاشت لاجرم عین جملہ اشیا یم

کجا میگردی و چہ میجوئی۔ خود را دریاب تا حقیقت کار را دریابی۔
ہرگاہ دانستی کہ فاتحہ و خاتمہ کتابِ خلقت و خالقیت توئی و جز
تو کسے نیست "مِنۡكَ الۡمُبۡدَءُ وَاِلَيۡكَ الۡمَعَادُ"

پس بصورتِ عالمِ صغریٰ توئی پس بمعنی عالمِ کبریٰ توئی

و این صغریٰ و کبریٰ ہر دو اعتبار است و این اعتبار ہم توئی

دریا و موج و قطرہ امر یست اعتباری چون اصل و انتمای این جملہ نیست مائیم

چند دفتر سابق سیاہ کردہ ام وحالا سواد وجہہ دارین مینایم لیکن
ہیہات ہیہات تا ہنوز روئی غیر وغیریت سیاہ نکردی واز کثرت
بوحدت نپرداختی۔ جانِ من توقطبِ دائرۃ الوجودی ونقطۂ پرکارِ
شہودی ودرد دائرہ ابتدا وانتہا نیست۔ ہرکرا ابتدا اقرار دہی
ابتدا است وہر چہ را بانتہا موسوم سازی انتہا ست وفی الحقیقت
نہ ابتدا است نہ انتہا۔

"اَلْاٰنَ عَلٰی مَا عَلَیْہِ کَانَ"

رُباعی

مُلکم مَلکم ارض وسما ہم ہستم　　تنہا نہ خودم بلکہ خدا ہم ہستم
اے بیخبران کہ منکر از ما ہستید　　غافل نہ شنید شما ہم ہستم

بسکہ دیدہ بورزش غیر نگریستن آشنا ومالوف است و
دلہا بہ ثبوت اثنینیت مولع ومشغوف شاہدِ وحدت از پردہ کثرت
رونمی نماید بیان تنزلات ومراتبات از احدیت وحدت واحدیت
واسماء صفات وارواح وامثال واشباح مرارا بہ سامعہ شریفہ
رسانده وحق راکہ وجود مطلق ست گستاخانہ ولا اُبالیانہ درحضرتِ
انسان کہ جامع جمیع صفات کمالات است التماس داشتہ کہ ہرچہ کہ

ہست ہمین انسان است: "اللہ محمّد عالم واسماء اوست" باعتبار باطن احدیت و بلحاظ جمعیّت وحدت و بملاحظہ اسمائے صفات و ارواح وامثال و شباح واحدیت اندک دیدہ را بمالید و چشم دل بکشائید و نیک تأمل نمائید کہ جامع این حضرات و تنزلات جز حضرت انسان دیگرے نیست۔

سیر نزولِ ذات بانسان رسیدہ ماند چون وحی آسمان کہ بقرآن رسیدہ ماند

ہر چہ ہست انسان ست۔

جدا از خود چہ میجوئی توہم کردہ مہجورت اگر معنی توئی معنی وگر صورت توئی صورت

پس وجود مطلق کہ جامع احدیت و وحدت واحدیت ست توئی و محیط و محاط دائرہ و نقطہ توئی۔

صورت و معنی بہم ہر دو عیان گہہ بصورت گہہ بمعنی بنگرم

فریاد از نیرنگی عشق کہ این ہمہ تنوّع و تصوّر ظہور تست این سوال تو بہ تست و این جواب ہم از تو بتو۔ ہر گاہ رمد کثرت بہ کحلِ وحدت از چشم حق بین تو برخیزد و کثرتِ عین وحدت و وحدت عین کثرت در شہود تو درآید و محقق و مشہودِ تو گردد، اشیا را ظاہر حق و حق را

باطنِ اشیا شناسی۔ پس اشیاء عین حق باشند و حق عین اشیاء لکاتبہ

دوئی در خاندانِ کفر و دیں روشن نمیگردد | زیک آتش چراغِ کعبہ و بتخانہ میسوزد

ہر چہ تصوّر کنی حق تصوّر کنی و ہر چہ بینی حق بینی درین صورت بطالب حق و حقیقت تصوّر یکہ ارشاد گشتہ سوائے برازخ ثلثہ معروفہ این ہست کہ در تحف سر تصوّر صورتِ خود کہ جامع صفات و جمیع اضداد است۔ لکن لا یشغلہ شان عن شان معہ ملاحظات معانی مرقومۃ الصّدر کہ اوّل بہ فہم طالبِ حق کما حقہ آوردہ باشی و بہ علم الیقین از وجوہات علمیہ این مراتب تہ نشین خاطرش نمودہ باشی بفرما تا سیر جملہ حضرات در خود و بیخود و باخود نماید۔ ما دامیکہ از کیفیّتِ جامعیت خود سراپا چون خم مّی سرشار گردد و بکیفیات مختلفہ رنگ و بے رنگی متلذذ و محظوظ گردد و صیرورت ذات در جمیع صفات و اشیا مشاہدہ و معائنہ نماید و درین تفکر قوت راسخہ دست دہد و این حالت نقد وقت او گردد۔

ہمسایہ و ہمنشین ہمرہ ہمہ اوست | در دلق گدا و اطلسِ شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق نہان خانہ جمع! | واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

دیگر این قلاّش تا کجا، اسرار فاش سازد و نزد ظاہر بینان باضلال کفر متہم شود۔

درخود بجو بدیر و حرم سر زدن چہ سود
بیرون مرو کہ ہست درین خانہ آشنا

خداوندا ایمان از سر گرفتم و زنّار کفر شکستم در وی این کاغذ را کہ مانند نامۂ اعمال خود سیاہ کردم بہ بخش۔

اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّاَتُوبُ اِلَیہِ

ترجمہ مکتوب (۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسرارِ ظاہری و باطنی کے مجموعہ اور حقائق سرمدی کے جویا محمدّ فخرالدّین کے دلی محبّ سیّد محمدی مطالعہ کریں۔

؎ کان قند م نیستان شکرم
ہم ز من می روید و من می خورم!

یعنی مَیں جُملہ حلویات اور مٹھائیوں کا منشاء و منبعؔ ہُوں اور مَیں خُود ہی کھاتا ہُوں اور لذّت کی داد دیتا ہُوں۔ پس وجود کی مملکت میں میرے سوا اور کوئیؔ موجود نہیں ہے۔

؎ غیرتم غیر در جہاں نگذاشت
لاجَرم عینِ جُملہ اشیا ئم

میری غیرت نے مجھے دُنیا میں غیر نہ چھوڑا۔ لازمی طور پر مَیں جُملہ اشیاء کی آنکھ کی مانند ہوں تو کہاں گھومتا ہے اور کیا ڈھونڈتا ہے؟ بہتر یہ ہے کہ تُو اپنے آپ کو پالے تاکہ کام کی حقیقت کو معلوم کرلے، جس وقت تُو نے سمجھ لیا کہ خلقت اور خالقیت کی کتاب کا فاتحہ اور خاتمہ تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ تجھ سے ہی (تمام چیزوں کی) ابتدا ہے اور تیری ہی طرف واپسی ہے۔

؎ پس بصُورت عالمِ صُغریٰ توئیؔ
پس بمعنی عالمِ کُبریٰ توُئی

پس جہانِ اصغر کی صُورت میں تو ہی ہے۔ پس جہانِ اکبر کے معنی

میں بھی تو ہی ہے اور یہ صُغریٰ اور کبریٰ دونوں تیرے اعتبار ہیں اور یہ اعتبار بھی تُو ہی ہے۔

؎ دریا و موج و قطرہ امر لیست اعتباری
چون اصل وانمائی این جُملہ نیست مائیم

دریا موج اور قطرہ ایک اعتباری امر ہے۔ جب تُو اصل کو دکھا دیتا ہے تو پتہ چلتا ہے یہ سب کچھ نہیں ہے، صرف ہم ہی ہیں

پہلے مَیں نے کئی دفتر سیاہ کئے ہیں اور اب مَیں دونوں جہانوں کے چہرے پر سیاہی مَل رہا ہُوں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ تُو نے ابھی تک غیر اور غیریت کا مُنہ کالا نہیں کیا۔ اور تُو کثرت سے وحدت کی طرف متوجہ نہیں ہُوا۔ میری جان! تو قطبِ دائرۃ الوجود اور پرکارِ شہود کا نقطہ ہے اور دائرہ میں ابتدا اور انتہا نہیں ہوتی۔ جس جگہ کو تو ابتدا قرار دے گا وُہ ابتدا ہے اور جس کو تو انتہا کا نام دے گا وُہ انتہا ہے۔ اور درحقیقت اس میں نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ اب بھی ہر چیز اسی حالت پر ہے جس پر وُہ پہلے تھی۔

رُباعی

مُلکم مَلکم ارض و سما ہم ہستم — تنہا نہ خودم بلکہ خُدا ہم ہستم
اے بیخبراں کہ منکر از ما ہستید — غافل نہ نشینید شما ہم ہستم

مَیں مُلک ہوں، مَیں فرشتہ ہوں اور زمین و آسمان بھی ہُوں مَیں صرف خُود نہیں ہُوں بلکہ خُدا بھی ہُوں۔ اے بے خبر لوگو! آپ ہم سے مُنکر ہیں، لیکن غفلت میں نہ بیٹھیں ہم آپ بھی ہیں یعنی آپ کی ہستی میں بھی شامل ہیں۔

اکثر یہ کہ آنکھ غیر کو دیکھنے کی ورزش اور ریاضت سے آشنا اور

مانوس ہوتی ہے اور دِل دو کے ثبوت میں راغب اور مشغول ہوتے ہیں۔ وحدت کا معشوق کثرت کے پردے سے چہرہ نہیں دکھاتا تنزلات اور مراتبات کے بیان کو احدیت سے وحدت، احدیت، اسما، صفات، ارواح، امثال اور اشکال کی صورت میں بار بار گوش گزار کیا گیا، اور حق کو جو کہ وجودِ مطلق ہے گستاخانہ اور لا ابالیانہ انداز میں انسان ــــ جو جمیع صفاتِ کمالات کا جامعہ ہے ــــ کے حضور پیش کیا گیا کیوں کہ جو کچھ ہے یہی انسان ہے۔

مصرعہ

اللہ محمد عالم و اسماء اوست

اللہ محمد، عالم، اسماء وہی ہے۔

باطن کے اعتبار سے احدیت، جمعیت کے لحاظ سے وحدت اور اسما، صفات، ارواح، امثال اور اشکال کے ملاحظہ سے احدیت کار فرما ہے تھوڑا سا آنکھ کو ملیں، دِل کی آنکھ کو کھول کر دیکھیں اور ذرا غور و فکر سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ اِن حضرات اور تنزلات کا جامع حضرتِ انسان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

سیرِ نزولِ ذات بہ انساں رسیدہ ماند
چون وحیِ آسماں کہ بہ قرآں رسیدہ ماند

ذات کے نزول کی سیر انسان تک پہنچ کر رہی۔ جس طرح آسمان کی وحی قرآن (صاحبِ قرآن) تک پہنچ کر رہی۔ جو کچھ ہے وُہ انسان ہے۔

جدا از خود چہ میجوئی توہم کردہ مجبورت
اگر معنی توئی معنی و گر صورت توئی صورت

تُو اپنے آپ سے جُدا کیا ڈھونڈتا ہے، مجھے تو وہم و گمان نے مجبور کیا ہے اگر باطن ہے تو تُو ہی باطن ہے، اور اگر ظاہر ہے تو تُو ہی ظاہر ہے۔

پس وجودِ مطلق جو احدیت، وحدت اور واحدیت کا جامع ہے وُہ تُو ہی ہے اور دائرے کو گھیرنے والا، دائرے میں گھرا ہُوا اور دائرے کا نقطہ بھی تُو ہی ہے۔

صورت و معنی بہم ہر دو عیاں

گہ بصورت گہ بمعنی بنگرم

ظاہر اور باطن دونوں اکٹھے آشکارا اور نمایاں ہیں۔ مَیں کبھی ظاہر کو اور کبھی باطن کو دیکھتا ہُوں۔

عشق کے عجائبات کے ہاتھوں فریاد ہے کہ یہ سب تیرے ظہور کے طرح طرح کے تصوّرات اور خیالات ہیں۔ یہ تیرا سوال تجھی سے ہے، اور یہ جواب بھی تجھ سے تجھی کو ہے۔ جب کبھی تیری حق بین آنکھ سے کثرت دیکھنے کی بیماری وحدت کے سُرمے سے ہٹ جائے، اور عینِ کثرت وحدت اور عینِ وحدت کثرت بن کر تیرے مشاہدے میں آجائے اور تیرے نزدیک تحقیق شدہ اور مشاہدہ شدہ ہو، تو تُو اشیاء کو ظاہرِ حق اور حق کو باطنِ اشیاء سمجھے گا۔ پھر اشیاء عینِ حق ہو جائیں گی اور حق عینِ اشیاء نظر آئے گا، اُس کے لکھنے والے کے مطابق۔

دوئی در خاندانِ کُفر و دیں روشن نمی گردد

زیک آتش چراغِ کعبہ و بُتخانہ می سوزد

دوئی کا کفر اور دین کے خاندان میں کچھ پتہ نہیں چلتا کیونکہ ایک ہی آگ سے کعبے کا چراغ بھی روشن ہوتا ہے اور بُت خانے کا چراغ بھی جلتا ہے۔

تُو جس کسی کا تصوّر کرے گا حق تصوّر کرے گا، اور جو کچھ دیکھے گا حق دیکھے گا۔ اس صورت میں طالبِ حق و حقیقت کو جو تصوّر ارشاد ہُوا۔

وُہ تین معروف برازخ کے سوائے یہ ہے کہ کاسۂ سر میں اپنی صورت جو جُملہ صفات اور جمیع اضداد کی جامع ہے ——— کا تصوّر کرے۔ لیکن اُسے کوئی حالت بھی اُس کی اپنی حالت سے کسی دوسری طرف مشغول نہیں کر سکتی، ان معانی کو سامنے رکھتے ہُوئے جن کا ذِکر ہو چکا ہے کہ پہلے طالب حق کے شعور کے مطابق جیسا کہ اس کا حق ہے، اس کی سمجھ میں لا کر اور ان تہ نشین مراتب کی علمی وجوہات میں سے علم الیقین کی حد تک خاطر نشان کر کے اُس کو ذہن نشین فرما، تاکہ وہ اپنے آپ میں، اپنی بے حالی میں اور اپنے ساتھ جُملہ حضوریوں کی سیر کرے اور ہمیشہ کیلئے اپنی جامعیت کی کیفیت سے سرتاپا شراب کے مٹکے کی طرح سرشار ہو جائے اور مختلف رنگ اور بے رنگی کیفیات سے لذت یاب اور محظوظ ہو جائے۔ ذات کے بدلنے میں جُملہ صفات اور اشیاء میں مشاہدہ اور معائنہ کرے۔ اور اس تفکر میں اُسے قوتِ راسخ میسر آئے اور یہ حالت اس کے وقت کے ظہور کا باعث ہو۔

رُباعی

همسایه و همنشین همره همه اوست   در دلق گدا و اطلس شه همه اوست
در انجمن فرق نهاں خانه جمع   والله همه اوست ثم بالله همه اوست

ہمسایہ اور ساتھ چلنے والا ساتھی وہی ایک ہے، گداگر کی گودڑی اور بادشاہ کے لباسِ فاخرہ میں بھی وہی ایک ہے دِلجمعی والے نہاں خانہ کے مختلف فرقوں کی انجمن میں خُدا کی قسم وہی ایک ہے، پھر خُدا شاہد وہی ایک ہے

دیگر یہ کہ یہ قلاش کہاں تک اسرارِ باطنیہ کو فاش کرے اور ہلاکت والے ظاہر بینوں کے نزدیک کفر سے متہم ہو۔

~ در خود بجو بدیر و حرم سر زدن چه سُود
بیرون مرو که هست دریں خانه آشنا

اُسے (ذاتِ واحد کو) اپنے آپ میں تلاش کر، دیر و حرم میں سر مارنے کا کیا فائدہ ؟ باہر مت جا کہ اسی گھر میں آشنا موجود ہے۔

اے خداوند! میں نے ایمان کو نئے سرے سے شروع کیا اور کُفر کے زنّار کو توڑ دیا۔ اور اس کاغذ کو میں نے اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے مجھے معاف کر دیجئے۔ میں اپنے اللہ سے پناہ چاہتا ہوں جو میرا رب ہے تمام گناہوں سے، اور میں رجوع کرتا ہوں اُسی کی طرف۔

تشریح و اشارات

لے اس مقام کا نام سیر انفسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ حضور مولانا فخر الملۃ والدین قدس اللہ سرہ العزیز غلبہ شوق اور ستیلائے ذوق میں اپنے خلیفۂ خاص کو اسی سیر انفسی کا حال ارشاد فرماتے ہیں اور اس مقام کے حاصل ہونے کی رغبت دلاتے ہیں، سیر آفاقی میں یعنی عالم کبیر میں عارفین محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سیر انفسی میں بھی اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اوّل تو گویا محض آئینہ ہے اور ذات پاک مقدس و منزہ ظہور اس میں بھی ہے، مگر دوم یعنی حضرتِ انسان کہ عالم صغیر ہے مصفی ہے مجلّیٰ آئینہ ہے اس میں جو تجلیات عارفین مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ پہلے مشاہدہ سے بمدارج فوق ہیں، مقام سیر انفسی کا فناء تام حاصل ہونے پر موقوف ہے۔

سالک کا باطن جب ما سوی اللہ سے پاک ہو جاتا ہے اور ہستی حق کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو مقام قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے، جسکی نسبت حدیث قدسی میں اللہ کریم فرماتا ہے۔

لَا یَزَالُ یَتَقَرَّبُ عَبْدِیْ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ

(ہمیشہ میرا بندہ نفلیں پڑھ کر عبادتیں کر کے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں ہی اس کی شنوائی ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی بینائی ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ الی آخر حدیث)۔ اس فناء تام اور قربِ نوافل حاصل ہونے پر افعال بندے کے حق جل و علا کے واسطے سے ہوتے ہیں

بندہ فنا ہو جاتا ہے کچھ باقی نہیں رہتا اور تجلی ذاتی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ نعرہ انا الحق حضرت منصور کی زبان سے اسی مقام پر سرزد ہوا۔

پس حضور مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی زبان قلم سے ایسے مقام فناء تام پر وہی کلمات قدسی سرزد ہوتے ہیں جو اولیائے کاملین سابقین سے غلبہ فنا میں ظہور تجلی ذاتی کے وقت سرزد ہوتے رہے ہیں اور وجود ماسوی اللہ کی نفی کرتے ہیں کہ غیریت کا تو وجود ہی نہیں رہا۔ انسان خود ہی ہے اور جملہ اشیاء کا عین ہے، مختلف عبارات میں اس سچے حال کو جو حضور مولاناؒ پر وارد ہے ادا فرما رہے ہیں۔

آخر الامر کیسی عمدہ برہان تعلیم فرماتے ہیں کہ اے سید محمدی تو تو دائرہ وجود کا قطب ہے، یا پرکار شہود کا نقطہ ہے اور دائرہ ہر طرف سے برابر ہوتا ہے۔ اس میں ابتدا اور انتہا کچھ نہیں ہوتی جس کو ابتدا کہو وہی ابتدا ہے اور جس کو انتہا کہو وہی انتہا ہے اور سچ پوچھو تو غیر کا وجود ہی نہیں ابتدا اور انتہا کا کیا ذکر ہے، بات یہ ہے کہ آنکھیں غیر اور ماسوی کے دیکھنے کی عادی ہیں اور دل دوئی اور اثنینیت پر فریفتہ ہو رہی ہیں۔ اسی واسطے پردۂ کثرت سے وحدت کا منہ نظر نہیں آتا۔

اس کے بعد حضور مولاناؒ فرماتے ہیں کہ تنزلات خمسہ و مراتبات احدیت و وحدت و واحدیت اور اسماء الٰہی اور صفات ربی اور ارواح اور امثال اور اشباح کا بیان بارہا تم کو سنایا ہے اور وجود مطلق کا (جو حق اور واجب الوجود) حضرت انسان میں جو تمام صفات اور کمالات کا جامع ہے، ظہور پایا بتلا رہا ہے پس جو کچھ ہے یہ انسان ہی ہے۔ آنکھ کو ملکر دیکھو بلکہ دل کی آنکھیں کھولکر فکر کرو کہ انسان کے سوا کون ان مراتب و تنزلات کا جامع ہے اسکے بعد کیسا پیارا مضمون اس شعر میں ادا فرمایا ہے:

سیر نزول ذات بانسان رسیدہ ماند
چون وحی آسمان کہ بقرآن رسیدہ ماند

جس کسی نے سیر انفسی میں کمال کا درجہ پیدا کیا اپنی وجود کی معرفت کو کہ اکسیر اعظم ہے۔ حاصل کر لیا، دُوری کی سرگردانی اور جُدائی کے رنج سے خلاصی پائی۔

بزرگے چہ خوش گفت:

اے آنکہ خدائے جوئی ہر جا — تو عین خُدائی نہ جُدائی بہ خُدا
این جستن تو بآن مے ماند! — قطرہ بمیانِ آب جوید دریا!

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

فائدہ: حضراتِ کاملین محققین کے نزدیک یہ مقام سیر انفسی کا فنا اور بقا کے بعد عارف پر مکشوف ہوتا ہے اور اس سے پہلے جن مقامات کی سیر کرتا ہے اُس کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ سیر آفاقی کا مرتبہ علم الیقین ہے اور سیر انفسی کا مرتبہ حق الیقین اور کمال کا مرتبہ ہی یہ ہے۔

طالب صادق جب اللہ پاک کا نام لینا شروع کرتا ہے تو ابتدا میں اُس کو ذوق پیدا ہوتا ہے، پھر شوق اُس کے بعد محبّت اور جب محبت درجۂ کمال کو پہنچتی ہے، تو عشق پیدا ہوتا ہے، اور جب عشق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ماسوائے اللہ جو کچھ ہے مٹنے لگتا ہے۔

"اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَی الْمَحْبُوْب"

(یعنی عشق ایسی آگ ہے کہ محبُوب کے سوا تمام اشیاء کو جلا دیتی ہے۔)

اور توحید کا مقام کھلتا ہے اور سیر انفسی حاصل ہو کر مطلوب ہی مطلوب نظر آنے لگتا ہے۔

مکتوب (۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مَنْ قَالَ اَحْمَدُ بِلَا مِیْمٍ وَمَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ"

بعدہٰذا این کلمہ چند کہ از بزرگے مسموع اُفتادہ درجواب گرامی نامہ آن جانِ عزیز ثبت میشود، آنکہ وجودِ حضرتِ جل وعلا چنانچہ واجب است پرستشِ او نیز بر بندہ ہا واجب وفرض۔ ہمچنانکہ ذاتِ پاکِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض خیر وصلاح است، تبعیتِ احکامِ اُوہم موجبِ حکمت ست وفلاح۔ اما اینکہ بر ینقدر اکتفا کردہ اند وہمین مرتبہ را کمال شمردہ اند البتہ بوئے از حقیقت نہ بُردہ اند بلکہ "اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ" اند۔ چہ قوتِ انسانی مقتضی آنست کہ این کس در فکرِ حقیقتِ ہر شئے خصوص در طلبِ ماہیتِ حضرتِ باری نیفتد، کہ این ہمہ موجودات از کجاست وآن کیست وچیست۔ مردانِ خدا کہ سالہا ریاضت شاقہ کشیدہ واز فرش تا عرش پیمودہ "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ" میگویند وبآیت وحدیث ثابت می کنند، چہ معنی دارد۔

نیست وقت آشنا طبعے کہ ہمچون مردمک
خط کشد بر جملہ دفترہا بمد نقطہ !

آرے "اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ"۔ لیکن مقلدانِ زمانہ کہ ظاہر خود را چون محققان آراستہ میدارند وپیر ومرشد گردیدہ عالمی را خراب وگمراہ می نمایند سبحان اللہ، شریعتے کہ خود را بایزید وجنیدِ وقت می شمارند وچون خوب دریافت میشود خبر از توحید ندارند۔ نے صاحبِ وحدت اند ونے طالبِ وحدت۔ انصاف چنان میخواہد، ہر فقیرے کہ بوحدتِ وجود قائل نباشد اورا نہ

فقیر توان گفت و نہ پیر و فقیر بلکہ از سلسلۂ فقر بدر باید کردہ۔ چہ اصل مشرب الیشان آنست کہ ماسوای ہیچ موجود نیست، پس آنکس کہ معتقد او این اصل نباشد و لش لذت پذیرائے این حالت نباشد حقاکہ مقلد خواہد بود نمیگویم کہ ہمچو بیخبر دانے چند کہ طاقت نشۂ توحید ندارند، طریقہ کہ مخالف شرع شریف باشد ورزند۔ اگرچہ مسالک راہ حقیقت را در ہر قدم لغزشے لاحق میشود۔ چنانچہ گاہے منسوب بہ کفر و گاہے متہم بہ دہر میگردد لیکن کمالِ خدارسی آنست کہ اگر صد شلنگ یعنی پیلانگ پرند یک قدم از جادۂ شریعت بیرون نیفتد۔

ہزار بار تواں کرد با خدا شوخی!
ولیک دم نتوان زد بمصطفیٰ گستاخ

الحاصل فقیر کسی ست کہ موحد باشد بلکہ آدم ہمانست کہ مقر وحدت وجود باشد، اکثر عزیزان توحید را موقوف بر حال دانستہ اند حیف وحدتے کہ موقوف بر حال و قال باشد وحدت در ذات خود "الآنَ کَمَا کَانَ" است۔ ماکہ خود را شناختہ باشیم از ماست کہ بر ماست ۔ع آنکہ من سرگشتہ و اویم منم۔ حکما بدلائل ثابت کردہ اند کہ وجود این ہمہ موالید از امتزاج عناصر اربعہ است و عناصر اربعہ کہ فی الحقیقت باہم یکے انداز فلک اول موجود شدہ۔ فلک اول از فلک دوم ہمچنیں ہر فلک درجہ بدرجہ از جسم کل و جسم کل از عقل کل تا آنکہ منتہی میشود بہ واجب الوجود پس ہر چہ در وجود آمد و بلباس ممکن جلوہ گر گردید جز واجب الوجود نیست یعنی "لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ" خود بخود واجب ست و ثابت۔

روزے در مجلس شریف حضرت صاحب قبلہ حضرت حاجی قاسم سہروردی قدس اللہ سرہٗ عزیزے بتقریبے گفت "ہمہ از وست" دیگر گفت "ہمہ اوست" ہم آنحضرت فرمودند "ہمو ست" ساکت شدند یعنی ہمین ست۔

مپرس فاش سراغ کسے زمن دیگر!
بگوش ہوش تو گویم کہ نیست غیر تو کس،

ازیں جاست کہ دم وقدم ما محرم ست وہر کہ قدمے در راہِ طلب بردارد صد فرسنگ از منزل دور اُفتد۔ ع

آنکہ ما سرگشتۂ او ئیم در دل بودہ است
دوریِ ما غافلاں از قربِ منزل بودہ است

عارفاں چوں دم از قدم زنند ہاؤ ہو را میانِ دو نیم زنند۔ جناب من ایں قدر سطور کہ نوشتہ شد بمطالعہ در آرند و آنچہ مکنونِ خاطر ست بے تکلف نمی تواں نوشت دور دورِ مردم بے دانش است۔ گویند در مذہب شیعہ تقیہ[5] رواست من میگویم کہ فقیر را لازم است" اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ" من بارغ جہان را نفسے دیدم و بس، اللہ بس، باقی ہوس۔

ترجمہ مکتوب (۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جو اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہے اور درود و صلوٰۃ ہے اُس کے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جس نے فرمایا "مَیں میم کے بغیر احمد ہوں، اور جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا"

اس کے بعد یہ چند کلمے جو مَیں نے ایک بزرگ سے سُنے، وُہ جانِ عزیز کے گرامی نامہ کے جواب میں یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ یہ کہ حضرت جل وعلا کا وجود چونکہ واجب ہے، اس کی پرستش اور بندگی بھی بندوں پر واجب اور فرض ہے۔ جس طرح حضرت رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات پاک محض خیر و صلاح ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی متابعت بھی حکمت و فلاح کا موجب ہے۔ لیکن یہ کہ اُنہوں نے اتنے پر ہی اکتفا کیا ہے اور اسی مرتبہ کو شمار کیا ہے۔ البتہ اُنہوں نے حقیقت کی بُو تک نہیں پائی بلکہ اُولٰئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ [1] یعنی وُہ لوگ چارپایوں کے مانند ہیں۔

کیونکہ انسانی قوّت اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسا شخص ہر شے کی حقیقت کی فکر میں خاص کر حضرت باری کی طلب ماہیت میں نہ پڑے کہ یہ سب موجودات کہاں سے ہیں، اور وہ کون ہے اور کیسا ہے؟ مردانِ خُدا جنہوں نے سالہا سال تک سخت عبادات کیں، ریاضاتِ شاقہ برداشت کیں اور فرش سے عرش تک کے مراحل طے کئے وُہ لَا مَوۡجُوۡدَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں) کہتے ہیں اور آیت و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

؎ نیست وقت آشنا طبعی کہ ہمچون مردمک
خط کشد بر جملہ دفترہا بجُز نقطہ !

[1] قرآن حکیم، سُورہ اعراف (۷)، آیت ۷۹

کوئی ایسا شناسائے فطرت نہیں ہے جو مردِ عارف کی طرح تمام دفاتر کائنات پر نقطہ کی بدولت لکیر کھینچ دے۔

ہاں علم ایک نقطے کا نام ہے[1] لیکن زمانے کی تقلید کرنے والے ایسے ہیں جو اپنے ظاہر کو حقیقی لوگوں کی طرح آراستہ رکھتے ہیں، اور پیر و مرشد بن کر دُنیا کو خراب اور گمراہ کرتے ہیں سُبحان اللہ اُن کی شریعت پر کہ وُہ اپنے آپ کو بایزیدؒ اور جنیدؒ وقت شمار کرتے ہیں۔ اور جب اچھی طرح سے ان کے احوال کے بارے میں دریافت کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں توحید کی بھی خبر نہیں ہے۔ نہ وُہ صاحبِ وحدت ہیں اور نہ طالبِ وحدت۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وُہ فقیر جو وحدتِ وجود کا قائل نہ ہو اُسے نہ فقیر کہا جا سکتا ہے اور نہ فقیر کا پیروکار بلکہ اُسے فقر کے سلسلہ سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ کیونکہ اُن کا اصل مشرب یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ پس جس شخص کا اعتقاد اس اصل کے مطابق نہ ہو گا اور اس کا دِل اس حالت سے لطف اندوز نہ ہو گا، حق یہ ہے کہ وُہ مقلد بن جائے گا۔ مَیں نہیں کہتا کہ تُو اُن کو بے خبر کی طرح سمجھے۔ صرف اس قدر کہ وُہ توحید کے نشہ کی طاقت نہیں رکھتے اور وُہ شرع شریف کے مخالف طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ راہِ حقیقت کے سالک اور راہرو کو ہر قدم پر لغزش کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ چنانچہ کبھی وُہ کفر سے منسوب اور کبھی دہریت سے تہمت زدہ ہوتا ہے، لیکن خدارسی اور خداشناسی کا کمال یہ ہے کہ اگر وُہ سوشلنگ یعنی پیلانگ بلندی پر بھی اُڑ جائے تو ایک قدم جادۂ شریعت سے باہر نہ رکھے۔

ع ہزار بار تواں کرد با خدا شوخی!
ولیک دم نتواں زد بہ مصطفےٰ اُم گستاخ

---

[1] اَلعِلمُ نُقطَۃٌ حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔

خدا تعالیٰ کے ساتھ ہزار بار گستاخی سے گفتگو کی جا سکتی ہے لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گستاخانہ انداز میں سانس بھی نہیں لیا جا سکتا۔

حاصل آنکہ فقیر وہ ہے جو موحّد ہو، بلکہ آدم وہی ہے جو وحدتِ وجود کا اقرار کرنے والا ہو۔ اکثر بزرگوں نے توحید کو حال پر موقوف سمجھا ہے۔ اس وحدت پر افسوس ہے جو حال وقال پر موقوف ہو۔ وحدت اپنی ذات میں اب بھی ایسے ہی ہے جیسے وہ پہلے تھی۔ یہ کہ ہم اپنے آپ کو نہ پہچانیں۔ تو" ازماست کہ برماست" کے مصداق ہے۔

ع آنکہ من سرگشتہ و اویم منم

یہ کہ میں پریشان حال ہوں اور میں وہی ہوں۔

حکیموں اور داناؤں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان سب پیدا شدہ اشیا کا وجود عناصرِ اربعہ کی آمیزش کی وجہ سے ہے اور عناصرِ اربعہ جو درحقیقت آپس میں ایک ہیں۔ آسمانِ اوّل سے معرضِ وجود میں آئے ہیں۔ اور آسمان اوّل آسمانِ دوم سے۔ اسی طرح ہر آسمان درجہ بدرجہ جسمِ کل سے اور جسمِ کل عقلِ کل سے یہاں تک کہ واجب الوجود پر اس کی انتہا ہو جاتی ہے۔ پس جو کچھ وجود میں آیا اور لباسِ ممکن میں جلوہ گر ہوا، واجب الوجود کے سوا نہیں ہے۔ یعنی لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ خود بخود واجب اور ثابت ہے۔

ایک روز حضرت قبلہ حاجی قاسم سہروردی قدس اللہ سرہٗ کی مجلس شریف میں ایک بزرگ نے ایک تقریب کے موقع پر کہا "ہمہ از وست"۔ دوسرے نے کہا "ہمہ اوست"۔ حضرت قبلہؒ نے بھی فرمایا "ہمو ست" یہ سن کر سب خاموش ہو گئے کہ یعنی یہی درست ہے۔

ے میرس فاش سراغ کسے ز من دیگر!
بگوشِ ہوش تو گویم کہ نیست غیر تو کس

مجھ سے کسی اَور کا سُراغ فاش مت پُوچھ مَیں تیرے گوشِ ہوش میں کہتا ہُوں کہ تیرے سوا اَور کوئی نہیں ہے۔

یہیں سے ہے کہ ہمارا دم اور قدم محرم ہے اَور جو کوئی راہِ طلب میں قدم اُٹھاتے وُہ سَو فرسنگ منزل سے دُور ہو جاتا ہے۔

؎ آنچہ ماسر گشتۂ اوئیم در دل بودہ است
دُوریِ ما غافلاں از قربِ منزل بودہ است

یہ کہ ہم اس کی خاطر حیران اَور پریشان حال ہیں مگر یہ بات صرف دِل میں پوشیدہ رہی ہے۔ ورنہ ہم غافلوں کی دُوری قربِ منزل کی وجہ سے ہے۔
عارف لوگ جب قدم سے دم مارتے ہیں تو وُہ ہاء و ہُو کی ضرب دو ٹکڑوں کے مابین مارتے ہیں۔ اور دِل کو متاثر کرتے ہیں۔

میری جان! یہ چند سطریں جو لکھی گئیں، ان کا مطالعہ کریں اَور اصل جو کچھ دِل میں پوشیدہ اَور مخفی ہے اس کو بلا تکلف حیطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ یہ زمانہ بے عقل لوگوں کا زمانہ ہے۔ کہتے ہیں شیعہ مذہب میں اپنے آپ کو چھپانا اور اسرارِ الٰہی کو در پردہ رکھنا جائز سمجھا جاتا ہے۔ مَیں کہتا ہُوں کہ فقیر کے لئے لازم ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ،
مَیں نے دُنیا کے باغ کو ایک سانس کے برابر دیکھا اَور بس، اللہ بس، باقی ہوس۔

تشریح و اشارات

ل یہ چاروں نام اہلِ تصوف کی اصطلاح میں اصُولِ اسماء کہلاتے ہیں اور حضراتِ صُوفیہ کرام کے دِل پر جو انوار وارد ہوتے ہیں وُہ انہی اسماء کے ملاحظہ سے ہوتے ہیں۔ اور ان اسماء کو قلبِ انسانی سے ایک خاص تعلق ہے۔ عالم خلق وامر، و عالم کون، اور عالم غیب کے اسرار تمام ان ہی اسماء میں پوشیدہ ہیں، جب طالب اِن اسماء کے معنی میں غور کرتا ہے اور خضوع و خشوع کے ساتھ اور زبان قلب کے ساتھ کہتا ہے " ھُوَالْاَوّل " تب اُس کی اپنی حقیقت سے ایک حجاب اُٹھ جاتا ہے، اور حقیقتِ زندگی اور نشوونما، رُوح اور جسم وغیرہ کے تعلقات ہزار ہا اسرار کو طے کرتا ہُوا مقامِ ہدایتِ کل میں جا پہنچتا ہے، اور جب مُوفی معانیِ "اَلْاٰخِرُ" میں غور کرتا ہے تب اسرارِ موت و عالمِ ملکوت جنت دوزخ وغیرہ کا ملاحظہ کرتا ہُوا نہایتِ کُل میں جا پہنچتا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس اسم ظاہر سے ظاہر ظہور اور اسم باطن سے باطن بطُون اُس پر منکشف ہوتے ہیں۔

حضرت رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سُنا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے "قسم اُس خُدا کی جو سات آسمانوں کے پردہ میں پوشیدہ ہے، حضُورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، خبردار! یُوں مت کہو، اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اُوپر اور ہر چیز کے نیچے اور ہر چیز میں اُس کی عظمت بھری ہوتی ہے۔

اِسی کے قریب حضرت خواجہ بایزید بسطامی قُدّس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں، خطِ اوّل بقدر تفاوت درجات چار نام سے ہے اور قیام ہر فرقِ انسان کا خُدا کے غالب اور بزرگ کے ناموں سے ایک نام پر ہے اور وُہ قول خُدا تعالیٰ کا ہے کہ:
"ھُوَالاَوّل، ھُوَالآخِر، ھُوَالظّاھِر، ھُوَالبَاطِن؛ پس جس کا وظیفہ، ھُوَالاَوّل، ہوتا

ہے وُہ حق تعالیٰ کی قدرت کے عجائب پر ناظر رہتا ہے، اور جس کا وظیفہ "ھُوَالاٰخِر" ہوتا ہے اُس کو شغل اشغال آئینہ میں کمال حاصل ہوتا ہے، اور جس کا وِرد "ھُوَالظَّاھِرُ" ہوتا ہے اُس کو ہر چیز میں اُس کی قدرت نمایاں ہوتی ہے، اور جس کا شغل "ھُوَالبَاطِنُ" ہوتا ہے اُس کو انوار و اسرار پر مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، الحاصل ہر شخص کو ان اسموں سے اُس کی طاقت کے موافق کشف و برکت حاصل ہوتی ہے محققین اولیائے کاملین کے نزدیک جیساکہ حضور مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وُہ فقیر ہی نہیں ہے جو توحید وجودی کا قائل نہیں۔ تمام جہان کے پیشواؤں اور راہنماؤں کا اس پر اتفاق ہے کہ سالک اوّل توحید سے واقف ہو، پھر اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کرے۔ پہلے توحید کا جاننا اس لئے طالب کو چاہیئے کہ ذاتِ وحدت کا ظہور کثرت کے بغیر ممکن نہیں اور کثرت میں ہر مظہر کو دوسرے سے اختلاف ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جب کوئی کسی مظہر سے خوش ہوگا تو ضرور دوسرے مظہر سے ناخوش ہوگا۔ اور جب ناخوش ہوگا تو یہ ہی اُس کے لئے مظہر ہوگا،

جو توحید میں پختہ ہوگا وُہ ہر ایک مظہر میں اُسی ایک ذات کا ظہور پائے گا اور کسی سے ناخوش نہ ہوگا، رنج ہو یا راحت، بلا ہو یا عطا، بُرا ہو یا بھلا، حسن ہو یا قبیح، اندھیرا ہو یا اُجالا، غرض کسی حالت میں اُس کو غیر کا دھوکا نہ ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت واجب الوجود کے سوا اور کوئی موجود بوجودِ حقیقی نہیں۔ جسقدر موجودات ہے، وُہ اسماء الٰہیہ کے ظلال اور عکس ہیں۔ وجودِ اصلی اور وجودِ ظلّی میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ وجود اصلی مستغنی ہے، قدیم ہے، باقی ہے، بیحد ہے، ہر ایک احتیاج سے پاک اور وجودِ ظلّی محتاج ہے، حادث ہے، فانی ہے، محدود ہے، ہر ایک چیز کا محتاج ہے۔ غرضکہ یہ اُمور نفس الامری اور واقعی ہیں، وجود ایک ہی ہے، باقی ماسوا اسی کے عکوس ہیں۔

حُسنِ روئے ہر پری روئی ز عکس روئے اوست

آبِ جوئے دلبری ہر سُوروان از جوئے اوست

جس پر یہ نفس الامری معاملہ نہ کھلا، اور مکشوف نہ ہوا تو وُہ ہنوز اس راستہ

سلوک سے واقف نہیں اور مقصودِ اصلی کے نشان کی اُس کو خبر نہیں۔

؎ حضور مولانا باوجود اسقدر ذوقِ توحید کے بحیثیت نیابت حضور رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم تنبیہ فرماتے ہیں کہ اس مشربِ توحید کے بتلانے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ نادانوں کی طرح شرع شریف کی مخالفت کرنے لگیں اور ایمان کو ہاتھ سے کھو بیٹھیں۔ بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ کسی حالت میں شریعت سے باہر قدم نہ نکالیں۔ حفظِ مراتب کا خیال رکھیں۔ مولانا جامی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

اے برُدہ گماں کہ صاحبِ تحقیقی　　　واندر صفتِ صدق و یقیں صدیقی

ہر مرتبہ از وجود حُکمے دارد！　　　گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی！！

لکھا ہے کہ حضرت سہل تستری رحمتہُ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص "ہمہ اوست" کہتا ہے، فرمایا کہ اگر شریعت کا پابند ہے صدّیق ہے ورنہ زندیق ہے۔ غرض جو شخص حضرات صُوفیہ کرام رحمہ اللہ علیہم اجمعین کی نسبت یہ کہے کہ وہ "ہمہ اوست" کے قائل اس معنی سے ہیں کہ وہ ہر شے کو خُدا کہتے ہیں یہ اتہام ہے اُن کا مطلب تو یہ ہے کہ باعتبارِ حقیقت کے "ہمہ اوست" ہے لیکن باعتبار ظہُور کے مراتب مختلف ہیں۔ حکم ہر ظہُور کا الگ الگ ہے۔ بندہ بندہ ہے خدا نہیں ہو سکتا۔ اُن کے نزدیک خُدا وجودِ مطلق اور لاتعین ہے۔ بندہ وجود خاص اور متعیّن ہے۔ ہاں یہ وجود خاص اور متعیّن وجود اعتباری اور ظل من الظلال ہے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

چنداں برواِیں رہ کہ دوئی برخیزد！　　　ور ہست دوئی برہ دوئی برخیزد

تو اُو نشوی و لے اگر جہد کُنی　　　جائے برسی کز تو توئی برخیزد

؎ یعنی جمادات، نباتات، حیوانات یہ تینوں عالم شہادت اور ناسوت میں موجود ہیں مگر غور سے دیکھو تو ان کے وجود کا سلسلہ واجب الوجود تک پہنچے گا۔ یہ عناصر سے پیدا ہوئے اور بقول حکماء عناصر فلکِ اوّل سے، فلکِ اوّل فلکِ دوم سے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ تعینات لگتے چلے جاویں گے۔ سب سے آخر مطلق وجود پر انتہا ہو گی جو واجب الوجود ہے۔ اور اطلاق کی قید سے بھی مطلق ہے۔ پس وجود حقیقی تو ایک ہی ہے۔

دیگر موجودات اعتبارات ہیں اور اسی کے ظلال اور عکوس ہیں۔ یا یہ کہو کہ اسی نور کی تجلّی اور اسی خورشید کے پرتو میں سے ہیں اسی پرتو کو شیشے کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں۔ حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ "سلسلۃ الذہب" میں فرماتے ہیں۔

ہیچ دانی کہ این چہ جلوہ گریست — آئینہ چیست واندر آئینہ کیست

آئینہ اوست اندر آئینہ ہم ! — غائب از دیدہ او معائنہ ہم !

اوّل آئینہ ساں بروں آید ! — پس در آئینہ روئے بنماید

گر بہ تقیید بینی او را بند — نام و نقشے جز آئینہ میسند

واز تقیید یابیش مطلق — اوست پیدا در آئینۂ الحق !

ہر کرا دیدہ ہست بر صورت — بیند آئینہ محو در صورت !

چشم عارف کہ تیز بین باشد — در شہود جہاں چنین باشد

بیند اندر جہاں ہمہ یک ذات — جلوہ گر گشتہ با شیون صفات

ہمچو آئینہ وصف ذاتِ جہاں — باشد از پیش چشم او پنہاں

از جہاں جز خدا نہ بیند ہیچ — غیر حق ہیچ جانہ بیند ہیچ

ف یہاں تقیہ سے مُراد اپنے آپ کو چھپانا اور اسرار الٰہی کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر سترِ خدا ہے۔ فقیر جب تک فقر کو پوشیدہ رکھتا ہے امانت دار رہتا ہے جب ظاہر کر لیتا ہے فقر سے دُور ہو جاتا ہے اسی باعث سے فرمایا کہ صوفی کو تقیہ لازم ہے۔ کیونکہ صوفی کو اثنائے سلوک میں بہت سی باتیں ایسی پیش آتی ہیں اور ایسی کرامتیں ظہور میں آتی ہیں کہ جنکو اگر اس نے پوشیدہ نہ کیا اور ظاہر کر دیا تو وہ اس کے حق میں سم قاتل ہو جاتی ہیں۔

مکتوب ④

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محبّ مُصطفیٰ مظہرِ صدق وصفا میاں غلام مُرتضیٰ عَظَّمَہُ اللّٰہُ تعالیٰ مجبًا دوخط مشتمل بر واردات خام وخیریت ذات تابع سَیّدُ الانام اَرسَلَ اللّٰہُ علیہ الصلوٰۃ والسّلام رسیدہ ابتہاج بخشیدند۔ فیاضِ مطلق از خزانۂ جودِ صفائے مظہرِ شہود وجود گرداند واز تعلقاتِ رسمی آزاد سازد و بیادِ خود آباد دارد وہمیں یاد حضرت انسان موجب یاد خالق وجود است۔ "فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ" بصدوقی شرف بخش است فوائد دیگر زبان "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی صلعم" در اکثر کتب مذکور ہا لیکن ذاکر را مطابق "فَاعۡبُدۡ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" بہ عمل باید آورد۔

واز نظرِ دقیق بسوئے الفاظ متوجہ باید شد کہ "اُعۡبُدۡ" امر است ولفظ تشبہ از متعلقات وی است از تشبہ رویت عبد حق را واین مرتبہ صدیقان است۔ بعد ازان فرمودند "فَاِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" یعنی رویتِ حق عبد را رویت مومنان است طرفہ کارے ونادر روزگارے۔ سوالِ جبریل از اسلام وایمان بود۔ در جوابش آنچہ ارشاد شد بصاحب ظاہر خواہد بود ودر جواب احسان این الفاظ عنایت فرمودند وموقت مکرر دند مثل صلوٰۃ، وصوم وحج، وزکوٰۃ۔ بعد آن در حق سائل فرمودند "یُعَلِّمُکُمۡ دِیۡنَکُمۡ" واین مجموع را در دین داخل کردند۔ پس لازم ست تابع نبی صلوٰۃ اللّٰہ علیہ را کہ تابع تمام امور "مایطلق علیہ الدین" بجا آورد واز گفتگو مثل "لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡتُمۡ سُکٰرٰی" باز آید، وتجانب ابدی از تایید تشبہ حاصل سازد۔ "وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ حَتّٰی یَقُوۡلُوۡا اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ" ہر گاہ حضور تایید مسمٰی بر الشان دشوار شد رجوع بتایید اسم کردند۔

باز بحضور اسماء صعوبت شد رجوع بانفاس کردند وازینہا اشغال "لا تعد ولا تحصیٰ"

موافق طرق" وصول الی الحق" بعدد انفاس الخلائق پیدا است. صاحب من آنچہ اصل است حضور مع اللہ است۔ سَوَاءٌ حَصَلَ الْحُضُوْرُ مِنَ الْجَهْرِ وَالْخَفِيِّ وَالتَّفَكُّرِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَالْمُرَابِطَةِ وَكُلٌّ مِنْ هٰذِهٖ مَرْوِيٌّ فِيْ كُتُبِ الْمُحَقِّقِيْنَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ۔ اززبانی میاں نور محمد معلوم شدہ بود۔ رب تعالیٰ آن راضی برضائے حق را جلشانہ در حمایت خویش داشتہ خلعت ہائے صبر بخشیدہ بعطیہ نعم البدل سرفراز فرماید و جلوۂ خویش کہ عبارت از انجذاب ست عطا کند مشیت الٰہی از مکونات مقدم پس عالم کون را تبعیت لازم "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" عجب تشبہاست، ملاحظہ باید نمود و تامل باید نمود و درفنائی ہستی موہوم اختیاراً باید کوشید والا محک رَاجِعُوْنَ در پیش ست "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" موت اختیاری را قبیلہ از اضطراریست واگر طالب علمان نہ فہمند و منکر موت اختیاری شوند پس ملاحظہ امر نبوی نمایند صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى مَيِّتٍ يَّمْشِيْ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ" والسلام علیکم وعلی من تبعکم، جمیع صاحبان یاد فرمایند۔ مولوی غلام علی صاحب و جمیع صاحبان نام بنام سلام خوانند در جناب حضرت صاحب قبلہ حضرت گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز آداب بندگی و نیاز در خدمت گرامی مرتبت حضرت دیوان صاحب آداب نیاز رسانند۔

ترجمہ مکتوب ④

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محبّ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم، مظہر صدق وصفا میاں غلام مُرتضےٰ عظمہٗ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت میں اضافہ کرے)

اَے میرے محبّ! آپ کی جانب سے دو خط موصول ہُوئے۔ جن میں آپ کی سیّد خیر الانام حضرت رسُول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تابع ذات کی خیر خیریّت اور خاص واردات کے متعلق پڑھ کر خوشی و مسرّت نصیب ہُوئی خالق و فیاضِ مطلق اپنے خزانۂ رحمت سے آپ کے شہُود وجود کے مظہر کی صفائی کرے اور رسمی تعلقات سے آزاد کرے اور آپ کے دِل کو اپنی یاد میں آباد رکھے حضرتِ انسان کی یہی یادِ خالق موجودات کی یاد کا موجب ہے۔ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ[1] (پس یاد کرو تم مجھ کو یاد کروں گا میں تم کو) درحقیقت انسان کیلئے شرف بخش ہے۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی[2] (اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے) کے مصداق نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے دیگر فوائد اکثر کتب میں مذکور ہیں۔ لیکن ذاکر کو فَاعۡبُدۡ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَّمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

"پس تُو اَپنے پرُوردگار کی عبادت کر گویا کہ تُو اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تُو اس کو نہیں دیکھ رہا ہے تو بیشک وُہ تجھے دیکھ رہا ہے" کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ اور دقّتِ نظر سے الفاظ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ اُعۡبُدۡ امر ہے اور لفظ تشبیہ اس کے متعلقات سے ہے۔ رویتِ عبد کے تشبہ سے حق کے لئے۔ اور یہ صدیقین اور اولیاء کا مرتبہ ہے۔

اِس کے بعد (نبیّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اَے ذاکر!

---

[1] قرآن حکیم، البقرہ ۲ / ۱۵۲ [2] قرآنِ حکیم، النجم ۵۳/۳

پس اگر تو عبادت اور ذکر کرتے وقت اس کو نہ دیکھ سکے تو یہ خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے یعنی رویتِ حق عبد کے لئے رویتِ مومنین ہے۔ یہ عجیب کام اور انوکھا زمانہ ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا سوال اسلام اور ایمان سے متعلق تھا۔ اور اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد ہوا وہ اہلِ ظاہر کے لئے ہو گا۔ اور احسان کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ عنایت فرمائے اور ان میں وقت کا تعین نہ کیا مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس کے بعد سائل کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ یعنی اس سب کچھ کو دین میں داخل کر دیا۔ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع کے لئے لازم ہے کہ وہ اُن تمام امور جن پر دین کا اطلاق ہو، کو بجالائے اور لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃ (نماز کے قریب نہ جاؤ) جیسی گفتگو سے پرہیز کرے۔ اور مشابہت کی تائید سے ہمیشہ کے لئے اجتناب برتے۔ "اور تو اپنے رب کا ذکر کر یہاں تک کہ وہ یہ کہنے لگے کہ بیشک وہ ضرور دیوانہ ہے"۔ جب کبھی مسمّی کی تائید کی بدولت حضوری اُن پر مشکل ہوئی، انہوں نے اسم کی تائید کی طرف رجوع کر لیا۔ پھر اسما کی بابت حضوری میں سخت مشکل پیدا ہو گئی تو انہوں نے انفاس اور نفوس کی طرف رجوع کر لیا۔ اور ان سے وصول الی الحق کے طریقوں کے مطابق مخلوقات کی سانسوں کی تعداد میں بیحد و بیشمار اشغال و اوراد ملتے ہیں۔

میرے صاحب! ان سب کی اصل حضور مع اللہ، کا حاصل ہوتا ہے۔ حضوری کی یہ کیفیت خواہ ذکرِ جلی سے ہو یا ذکرِ خفی سے، خواہ تفکر سے ہو یا مراقبہ و مرابطہ سے حاصل ہو، وہ برابر ہے۔ اور یہ ساری چیزیں محققین اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرماتے ـــــ کی کتابوں میں مروی ہیں۔ حدیث مبارکہ اُصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم، کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، کی توضیح میاں نور محمد کی زبانی معلوم ہوتی تھی۔ حق تعالیٰ اُس راضی برضائے حق جل شانہ، کو اپنی حمایت میں محفوظ رکھے اور صبر کی خلعتوں سے نوازتے ہوئے نعم البدل

کے عطیہ سے سرفراز فرمائے، اور اپنا جلوہ جو جذب سے عبارت ہے عطا کرے۔
مشیتِ الٰہی کائنات کے وجود سے مقدم ہے۔ پس عالمِ موجودات
کے لئے متابعت لازم ہے۔ بیشک ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور
تحقیق اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں[۱] یہ عجیب شباہتیں ہیں، ان
کو ملاحظہ فرمانا چاہیئے اور ان پر غور کرنا چاہیئے۔ اور ہستیٔ موہوم کے فنا میں
پہلے ہی سے اختیاری کوشش کرنا چاہیئے ورنہ 'راجعون' کی کسوٹی در پیش
ہے یعنی اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ موت اضطراری سے پہلے
موت اختیاری کو اپنے اُوپر طاری کرنا اور مرنے سے پہلے مر جانا چاہیئے۔
اگر بعض طلبا ذائقۂ فنا سے بیخبری کے عالم میں اس بات کو نہ سمجھیں اور
موتِ اختیاری کا انکار کریں تو پس وہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو
ملاحظہ کریں کہ ارشاد فرمایا : مَنْ یَنْظُرُ اِلیٰ مَیِّتٍ یَمْشِی فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ اَبِی بَکْرِ بْنِ
اَبِی قُحَافَۃ" یعنی جو شخص چلتی پھرتی میت کو زمین پر دیکھنا چاہے وہ ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی طرف دیکھے۔ تم پر سلام اور آپ کے تابعین پر
سلام ہو۔ جملہ احباب آپ کو یاد فرماتے ہیں، بالخصوص مولوی غلام علی
صاحب اور باقی احباب واصحاب نام بنام آپ کو سلام پیش کرتے ہیں حضرت
صاحب قبلہ بابا فرید گنج شکر قدس اللہ سرہٗ العزیز کی جناب میں ہدیۂ نیاز و آداب
اور عالی مرتبت حضرت دیوان صاحب کی خدمتِ گرامی میں آدابِ مخلصانہ اور
سلام نیاز مندانہ ارسال ہیں۔

---

[۱] قرآن حکیم، البقرہ ۲/۱۵۶

تشریح و اشارات

لے یہ دُعا حضرت مرشد برحق مولٰنا فخر الملۃ والدّین قدّس سرّہٗ نے ایسے الفاظ میں اپنے خادم خاص حضرت شاہ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمائی ہے کہ جس کی قبولیّت میں اور اُس کے قریب مرتّب ہونے میں عرفانِ کامل کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ جب شہود وجود کا مظہر سالک ہو جاتا ہے اور اپنے مبداء تعیّن کو پہچان لیتا ہے تو وُہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا عامل بن جاتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اور اپنے مبدا التعیّن کو جان لیا اُس نے اپنے خالق کو پہچان لیا۔ اس شہود وجود کے بعد رسمی تعلّقات سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ ذاکر مذکور بن جاتا ہے۔ یعنی جب اللہ پاک کے ذکر میں مستغرق اور مستہلک ہو جاتا ہے تو اللہ کریم اپنے فضل عمیم سے ایسے سچّے طالب عاشق کو خود یاد فرماتا ہے اور ملاء اعلیٰ میں اس کا ذکر کرتا ہے۔ "فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ" کے یہ معنی ہیں۔ یعنی اَے میرے طالبو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اپنے فرشتوں میں اور تم پر رحمت نازل فرماؤں گا۔

لے حضور مولانا قدّس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ ذاکر کو موافق فرمانِ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذکر کرنا چاہیئے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ "تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" یعنی اللہ کی عبادت اِس اخلاص اور اِس محویّت سے کر کہ گویا تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ درجہ اولیاء اور صدیقین کا ہے۔ ایسے عشاق پر تجلّی ذاتی کا ورود ہونے لگتا ہے۔ وُہ بالکل فانی ہو جاتے ہیں اور فنا ہونے کے بعد عبادت کے وقت اللہ پاک کو دیکھتے ہیں۔ تجلّیاں پے درپے اُن پر نازل ہوتی ہیں اور وُہ اِس بیت کے مصداق بن جاتے ہیں۔

ہر کرا آن آفتاب اینجا بتافت؛
ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت؛

اگر یہ مرتبہ رویتِ تجلّیات کا عبادت کیوقت حاصل نہ ہو تو یہ حالت پیدا کرنی چاہیئے "اِن لَّمْ یَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" یعنی اے ذاکر تو عبادت اور ذکر کے وقت اگر اس کو نہ دیکھ سکے تو ایسی کیفیت پیدا کر اور اس خیال میں محو ہو جا کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے یہ بھی کچھ کم درجہ نہیں ہے۔ اور اس پر استقامت ہو جانے سے پہلا درجہ ورودِ تجلّیات حاصل ہونے لگتا ہے۔

۳ حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ جبرائیل میں پہلے ایمان سے سوال کیا تھا۔ پھر اسلام سے دونوں کے بعد احسان سے ایمان اور اسلام کو تو محدود فرمایا، مگر احسان کو غیر محدود بنایا۔ اسلیئے کہ یہ "حضور مع اللہ" بندہ کو ہر لحظہ ہی حاصل ہونا چاہیئے۔ اس کا کوئی خاص وقت نہیں ہے۔ اور ایمان، اسلام، احسان تینوں ہی دین کے اجزاء اور ارکان ہیں۔ پس وہی شخص دینِ اسلام کا پیرو ہے جو ان تینوں کا عامل ہے۔ اور تینوں میں ایک جزو کی کمی سے دین میں کمی اور نقصان ہے۔ حضور مولانا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس تعلیم ایمان، اسلام اور احسان میں وہ تمام راستے اور طریقے بیان ہوں گے جو اللہ کریم تک پہنچانیوالے اور اُس کے مقرب بنانے والے ہیں۔

۴ اب حضور مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل تمام کی "حضور مع اللہ" کا حاصل ہونا ہے، خواہ ذکرِ جہر سے ہو، یا ذکرِ خفی سے، خواہ وہ فکر سے ہو یا مراقبہ و مرابطہ سے۔ یہ پانچوں طریقے حضوری حاصل ہونے کے ہیں، شیخ جو طریقہ ان میں سے مُرید کے حسب حال دیکھتا ہے ارشاد فرماتا ہے۔ ذکرِ جہر سے قوائے شہوانی میں ضعف واقع ہو کر قلب نرم اور مستقل اور حلیم ہو جاتا ہے۔ غصّہ اور تلوّن مزاجی دور ہو جاتی ہے۔ نیز خیالاتِ فاسدہ دِل میں حلول نہیں کرتے اور درجہ بدرجہ حضوری ہوتی جاتی ہے۔ ذکرِ خفی سے قلب کی حفاظت مقصود ہے۔ فکر سے مطلب یہ ہے کہ سالک کا دِل ہر وقت تفکر میں رہے اور ہر چیز سے عبرت لے اور ہمیشہ اپنی نظر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنعتوں کی باریکیوں پر رکھے اور اُن صنعتوں سے صانعِ حقیقی کا کھوج لگاتا رہے۔

مراقبہ سے مقصد ہے کہ دِل کو اِسقدر محفوظ کیا جاوے کہ سوائے ایک خیال کے اُس میں نہ آسکے یہاں تک کہ وُہ مجسّم صُورت میں آنکھوں کے سامنے آجائے اور طالب اِس مقام پر پہنچ کر صفاتِ الٰہی کا تصوّر کرے۔ تب وہ اپنے آپ کو ان صفتوں سے متصّف پاتا ہے۔ (مگر متصّف بصفات اللہ کا مقام تب حاصل ہوتا ہے جب ذات میں فنا ہو گیا ہو۔) پھر جو چاہتا ہے سو کر سکتا ہے۔ مخلوق کے دِلوں پر اُس کا پُورا پورا تصرّف ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب ذات کی طرف رجوع کرتا ہے تب وُہ مقام معراجِ صُوفیہ میں پہنچتا ہے۔ جس کو اصلِ حقیقی اور مقامِ بقا بھی کہتے ہیں۔ مرابطہ سے مُراد تصوّرِ شیخ اور مراقبہ اور مراتبہ قریب قریب ہیں تفصیل ان سب کی کُتبِ تصوّف میں مذکور ہے۔

۵ یہ جُملے حضور مولانا رحمۃُ اللہ علیہ نے تعزیت کے موقعہ پر تحریر فرمائے ہیں پہلے صبر حاصل کرنے کی، پھر نعم البدل عطا ہونے کی، اور پھر تعلقاتِ ظاہری دنیوی سے چھوٹ کر مالکِ حقیقی کے جلوہ کی طرف منجذب ہو جانے کی دُعا فرمائی، اس کے بعد کیسی اچھی نصیحت فرمائی ہے کہ پہلے ہی سے ہستی موہوم کو فنا کرنا چاہیئے ورنہ آخر الامر اُسی کی طرف جانا ہے۔ موت اضطراری سے پہلے موت اختیاری کو پیدا کرنا اور فنا ہو جانا چاہیئے، اِس کے بعد حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بعض طلباءِ ذالقم فنا سے بےخبر موت اختیاری کا انکار کریں تو ان کو یہ حدیث پڑھنی چاہیئے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"مَنْ یَنْظُرْ اِلیٰ مَیِّتٍ یَمْشِیْ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ بِنْ اَبِیْ قُحَافَۃَ"

یعنی جو شخص مُردہ کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وُہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھے کہ ظاہر میں زندہ پھرتے ہیں، مگر حقیقت میں باختیارِ خود مُردہ اور فانی ہو گئے ہیں۔ طالب کو چاہیئے کہ اپنے جُملہ اُمور اللہ پاک کے سپرد کر دے اور اپنے آپ کو بالکل مٹا دے۔

حضرت خواجہ ادہم البلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار ایک غلام

خریدا۔ مَیں نے اُس سے پُوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ اُس نے کہا جو آپ کہہ کر پُکاریں، مَیں نے کہا تو کیا کھاتا ہے، اُس نے کہا جو آپ کھلائیں، مَیں نے کہا کیا پہنتا ہے کہا جو آپ پہنائیں، مَیں نے کہا کیا کرتا ہے۔ کہا جو آپ حُکم دیں۔ مَیں نے کہا کیا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا بندے کا اپنی خواہش کے ساتھ کیا کام ہے۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اے مسکین تو عُمر بھر خُدا کا ایسا بندہ نہ ہُوا۔ اب تجھے بندگی سیکھنی چاہیئے۔

مکتوب ⑤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السَّلامُ عَلَیکُم وعلیٰ عباداللہ الصالحین۔ مجاری اوقات دَرمحبّت خالق البرایات مشمول بودہ حُبِّ حبیب اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کنند۔ اے صاحبِ من دَر محاسبہ باید کوشیدو متوجہ الی الحق باید بود قطع نظر از افادہ واستفادہ احوال خُود بالتفصیل نوشتہ باشند۔ اَز خیریت متعلّقان اطلاع خواہند داد۔ تاتحریر راقم بعافیت است۔ جمیع یاد دہانان نام بنام سلام خوانند۔

والسَّلام والاکرام

ترجمہ مکتوب ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔

(تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔)

اپنے جاری اوقات اور رواں لمحات کو مخلوقات کے پیدا کرنے والے کی محبت میں بسر کیجئے اور ساتھ ساتھ اپنے دل میں حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ کا عشق پیدا کیجئے۔

اے میرے صاحب! اپنے تمام اوقات اور اعمال کے احتساب کی کوشش کرنا چاہیئے اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ افادہ اور استفادہ سے قطع نظر آپ کو اپنے احوالِ باطن کے بارے میں تفصیل سے لکھنا ہوگا۔ اور اپنے متعلقین کی خیریت کی بھی اطلاع دینی ہوگی۔ تادم تحریر راقم الحروف خیر و عافیت سے ہے۔ یاد دہانی کرنے والے جملہ احباب کو نام بنام میرا سلام پہنچادیں۔

والسلام والاکرام۔

تشریح و اشارات

؎ یعنی اپنی تمام اوقات اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسِبُوا وَزِنُوْهَا یعنی قیامت سے پہلے اپنے اعمال و افعال کا محاسبہ کرو اور اُن کو وزن کر کے دیکھو کہ کہاں تک درست ہیں اور کس قدر نادرست ہیمون بن مہران سے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آدمی متقی اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس سے اپنے اعمال و افعال میں ایسا حساب لے جیسا کہ ایک شریک اپنے دوسرے شریک سے لیتا ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ممدوح ہر شب کو اپنے نفس سے محاسبہ لیا کرتے تھے اور اپنے پاؤں پر دُرّے لگا کر فرماتے تھے تو نے آج دن بھر کیا کام کئے۔ غرض سالک کو لازم ہے کہ اپنے حالات اور حرکاتِ ظاہری و باطنی کا ہر شب کو محاسبہ کیا کرے کہ کیا کام کیا اور کس خیال میں رہا۔ جب تک اعمالِ صالحہ اخلاص کے ساتھ داخل عبادت نہ ہو جاویں اور وساوس و خطراتِ بے سروپا سے دِل پاک و صاف نہ ہو جاوے۔ رجوع الی اللہ اور انابت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سلوک تو اسکے بعد ہے۔ اسی واسطے حضرت مولانا فخر الملۃ رحمۃ اللہ علیہ محاسبہ کی کوشش کو ضروری فرماتے ہیں۔

مکتوب ⑥

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از اُمتِ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم محمد فخر الدین بعد از حمد و ثنا حق جل و علیٰ وَالصَّلٰوۃ علی مصطفےٰ۔ بآن محب با صفا غلام مصطفےٰ اَیَّدَہُ اللّٰہ بِلُطفِہِ الخَفِیّ وَالجَلِیّ غلام مرتضیٰ سَلَّمہُ اللّٰہ۔ اے مُحبیّ معلوم باد تا تحریر رقیمہ دِل نگران احوال خیر مآل ایشان می ماند و معلوم نیست کہ بکدام وضع موشح اند، سالکے کہ توجہش بسوئے مقصد داعی ست می باید کہ ضبطِ اوقات از دست ندہد و فریب نفسانی کہ عبارت از اہمال و اہمال و شروع کار بعد از فراغ کلی است نباید خورد و خود را مصروف ہمتِ علیا باید ساخت کہ فی الجملہ قلیل قلیل موؤی نفع کثیر میباشد۔

مہربان صاحب من حضور و غیب از دِل دور باید کرد و متوجہ کار خود باید بود و این حیلہ جوئی را موقوف باید ساخت و معیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را ہادی الی صراط المستقیم دانستہ تنجیم باید صرف ساخت۔ از شوخی لفظ در دِل راہ نہ خواہند داشت ظلکم ممدود باد۔

صاحبی و شفیقی میاں نور محمد سلمہ اللہ تعالیٰ بخیریت می آیند البتہ ملاقات می کردہ باشند کہ مرد نیکبخت است، صحبتِ مردانت از مردان کند، جمیع صاحبان میاں محمد حسین و میاں یار محمد و میاں حیدر سلمہم اللہ تعالیٰ سلام نیاز باستدعائے خیریت خاتمہ رسانند، فضائل و کمالات دستگاہ میاں غلام علی صاحب سلام سُنّت اسلام خوانند، حق تعالیٰ یار خود سازد و فیض رسان سازد ہر کس کہ بآن صاحب بپیوند نماید در سلسلہ چشتیہ داخل نمودہ استغفار تلقین کردہ بیادِ الٰہی مشغول سازند۔

ترجمہ مکتوب ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اُمّتی محمّد فخر الدّین کی جانب سے حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی حمد و ثنا اور محمّد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر صلوٰۃ و درود کے بعد تحریر ہے:

محبّ باصفا اور غُلامِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میاں غلام مرتضیٰ صاحب کی خدمت میں کہ اللہ پاک اپنے خُفیہ اور ظاہری لطف وکرم سے اُن کی تائید کرے اور اللہ ان کو سلامتی عطا کرے۔

اَے میرے مُحبّ! واضح ہو کہ تا تحریرِ مکتوب آپ کے احوالِ خیر انجام کے لئے میرا دِل پریشان رہتا ہے۔ اور معلوم نہیں ہے کہ آپ کس حالت سے آراستہ ہیں اور کس قدر اعزاز و اکرام سے نوازے گئے ہیں۔ وُہ سالک کہ جس کی توجہ داعی کے مقصد کی طرف ہے، اُسے چاہیئے کہ وُہ ضبطِ اَوقات کو ہاتھ سے نہ چھوڑے یعنی اوقات و اعمال کی پابندی کا خاص خیال رکھے۔ نفس کا فریب جو کہ کام کے شروع کرنے میں سُستی، دورانِ کار بلا وجہ غفلت اور مکمل فراغت کے بعد آغاز کار سے عبارت ہے ــــــ نہیں کھانا چاہیئے اور اپنے آپ کو عالی ہمّتی سے یادِ الٰہی میں مصروف رکھنا چاہیئے۔ مختصراً یہ کہ تھوڑی سے تھوڑی ادائیگی کرنے والا بھی کثیر منافع کا موجب بنتا ہے۔

میرے مہربان صاحب! حضور و غیب کے معاملہ کو دِل سے دُور کر دینا چاہیئے، اپنے کام کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے اور اس حیلہ جوئی کو موقوف کر دینا چاہیئے۔ اور معیتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو صراطِ مستقیم

کی طرف ہادی سمجھ کر اتمام و تکمیل سلوک کی طرف رجوع رکھنا چاہیئے۔ شوخی کی باتیں پر لفظ دل میں راہ نہیں پائیں گے۔ خُدا کرے تمہارا سایہ ہمیشہ پھیلا رہے۔

میرے صاحب اور میرے شفیق دوست میاں نُور محمد سلمہ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے) خیریت سے آرہے ہیں البتہ آپ سے ملاقات کریں گے۔ نیک بخت آدمی ہیں۔ آپ جیسے مومن مردوں کی صحبت مردانِ کامل ہی سے زیب دیتی ہے۔ جُملہ احباب مثلاً میاں محمد حسین، میاں یار محمد اور میاں حیدر ـــــ اللہ تعالیٰ سب کو سلامت رکھے ـــــ خاتمہ بالخیر کی استدعا کے ساتھ سلام نیاز پہنچاتے ہیں۔ میاں غلام علی صاحب ـــــ جو فضائل و کمالاتِ عالیہ کے حامل ہیں ـــــ سنتِ اسلام کے مطابق سلام کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنا دوست بنائے اور فیض رساں کرے۔ ہر شخص جو آپ کی ذات سے رشتہ جوڑے، اس کو سلسلۂ چشتیہ میں داخل کر کے استغفار کی تلقین فرمائیں اور یادِ الٰہی میں مشغول کر دیں۔

تشریح واشارات

۱؎ اس راستے کے چلنے والوں کو ضبطِ اوقات کا خیال ضروری رکھنا چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا: "اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ" وقت انسان کے واسطے بمنزلۂ تیز تلوار کے ہے۔ جو شخص وقت کو عبادت اور ریاضت میں گزارتا ہے وُہ اپنے اصلی دُشمن شیطان اور نفس کو ہلاک کرتا ہے اور جو لہو و لعب میں مبتلا رہتا ہے وُہ خُود کشی کرتا ہے۔ اسی ضبطِ اوقات کو اصطلاحِ صوفیہ میں "ہوش در دم" کہتے ہیں۔ طالب کو لازم ہے کہ ہمیشہ بیدار و خبردار رہے، غفلت کو پاس نہ آنے دے، اسی سے بتدریج دوامِ حضور کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہر چند ضبطِ اوقات میں مبتدی کو اوّل اوّل سخت مشکلات پیش آتی ہیں مگر طالبِ صادق کو چاہیئے کہ ہمت نہ ہارے اور ہر سانس کا خبر گیراں رہے۔

حضرت سُلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرّہٗ العزیز فرماتے تھے کہ آدمی کے باطن سے جو سانس باہر نکلتا ہے وُہ ایک ایسا نفیس اور بے بہا گوہر ہوتا ہے جس کا بدل قیامت تک میسّر نہیں ہو سکتا، رات دِن، سال و ماہ، گرمی، جاڑا، برسات یُونہی گذرے جاتے ہیں۔ لیکن انسان کو کبھی اس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ میں نے رات دن کی ساعتوں میں کتنے کام اچھے کئے اور کسقدر بُرے کئے قِیمَۃُ الْمَرْءِ ھِمَّتُہٗ جس قدر ہمت بلند ہو گی اور طلب زیادہ ہو گی اُسیقدر یہ راستہ آسانی سے طے ہو گا، خُداوندکریم وعدہ فرماتا ہے "وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا" یعنی جنہوں نے ہمارے واسطے محنت کی ہم بتا دیں گے اُن کو اپنی راہیں کسی بزرگ کا قول ہے کہ "مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَ وَجَدَ" یعنی جس نے کوئی شے طلب کی اور اُس کے واسطے کوشش کی اُس کو پالیا۔

۲ـ اہمال کسی کام کے شروع کرنے کے وقت سُستی کرنا۔ واہمال کسی کام کو کرتے کرتے بلاوجہ چھوڑ دینا۔ یا یہ خیال کرنا کہ سب کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یادِ الٰہی کریں گے، یہ سب نفس کے فریب ہیں۔

۳ـ طالب کو ایسی یکسوئی پیدا کرنی چاہیئے کہ حضور اور غیب کا بھی خیال نہ رہے حضور سے مراد دل میں ایسا یقین پیدا کر لینا ہے کہ حکم غیبی اُس کے سامنے حکمِ عینی رکھتے اور غیب سے مراد یہ ہے کہ ماسوی اللہ اُسکے دل سے غائب ہو جائے اور خُود اپنے آپ کو بھی بھُول جائے۔ حضرات نے فرمایا ہے کہ "ہر کہ از خُود غائب شود بحق حاضر شود"۔ بعض صُوفیہ کے نزدیک حضور غیب سے افضل ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ غیب حضور سے بہتر ہے۔ حضرت مولانا فخر الملۃ والدّین قدس اللہ سرّہٗ کہ متاخرین صُوفیہ میں مجدّدِ وقت ہیں ان دونوں مقامات سے نزدیک راستہ کی ہدایت فرماتے ہیں کہ ایسی لو لگاؤ اور ایسی طلب پیدا کرو کہ ماسویٰ اللہ حتی کہ حضور و غیب سے بھی بے خبر ہو جاؤ۔ اور اُس جنابِ پاک ہادیٔ کل صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت حاصل کرو جو تمہیں صراطِ مستقیم پر پہنچا دے اور چہرۂ مقصود کی زیارت کرا دے۔

مکتوب ⑦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عزیزِ مصر دلہا یوسفِ کشورِ جانہا واقفِ اسرارِ سرمدی سید محمدی از محب دلی فخر الدین عفی اللہ عنہ، مطالعہ نمایند حامدًا اللہ واحمدہ حق حمدہ و مصلیًا علی حبیبہ محمد و آلہ، من بعد بر طبق ایمائے ایشان موجزے در طریق برزخ مرشد وغیرہ رقمے گشتہ مکرر حوالہ ذہن نمودہ بعمل آرند۔

تفصیل این مجمل فرصتے میخواہد۔ اگر وقت وسعت دہد نوشتہ آید۔ ہر گاہ از کتب صوفیہ محققین و از تلقین مرشد کامل رسیدہ باشد بحق الیقین و باستعمال اشغال و اکساب و تفکر و تدبر بر سالک ظاہر شدہ و بیقین پیوست کہ انسان مظہر جمیع مرتباتِ الٰہیہ و کونیہ است و رویت رحمانی جز بمرآت رحمانی انسانی ناممکن و ممتنع ست۔ فاتحہ نسخہ خالقیت و خاتمہ کتاب مخلوقیت لاریب فیہ انسان ست کما قال المغربی رحمۃ اللہ علیہ:

جامع ذات و صفات و عالم و آدم بکل ... احمد آمد یعنی این مجموع باہم این بود
اسمِ اعظم را جز این مظہر نباشد در جہان ... بگذر از مظہر کہ عین اسم اعظم این بود
آخر سابق بگو نحن الآخرون السابقون ... آنکہ در کل آمدہ بر کل مقدم این بود!

پس معلوم شد کہ آنچہ در انسان کلی موجودست بالفعل بالقوۃ آں موجود است در ہر فرد انسانی فرق آنست کہ در انسان کلی ہمہ ظہورات مفصل بالفعل بمنصۂ ظہور جلوہ گرست و در ہر فرد انسان بر سبیل اجمال بحسب صلاحیت و استعداد ہمہ بعضے بالفعل و بعضے بالقوۃ پس توجہ بصورت انسانی کہ در حقیقت ہیکل رحمانی ست عین توجہ و ملاحظہ حضرت حقیقت الحقائق و وجود مطلق کہ مشتمل

برجمع و تفرقہ و تشبیہ و تنزیہ ست۔ ہر چند انسان باعتبار ظاہر و تلبس ملبوساتِ عنصریہ کثیفہ تیرہ است لیکن باطنش در کمال صفا کہ چشم آفتاب از دیدنش خیرہ۔ دریں صورت دُر قلب صنوبری کہ حجرۂ مجوف ست بہ تصور صورتِ بزرگے پردازد کہ باآں ارتباط و مصافحہ و بیعت داشتہ باشد۔ یا عزیزیکہ در صحبتش استفاضہ حقائق و معارف نمودہ یا خرقہ یافتہ یا معشوقے کہ باآں دلبستگی و محبت دارد یا بصورتِ خود بدریافت معنی جامعیت کہ من مظہر جمیع ظہورات آلہیہ و کونیہ ام و باعتبار صلاحیت بہ بعضے اوصاف بالفعل موسوم ام و بعضے بالقوۃ و بالاجمال ہر دو نزدیک اکابر طریقہ قادریہ و چشتیہ قدس اسرارہم و بیش این عاصی قاطبۃً تصور صورتِ خود دل پذیر و متضمن فوائدِ کثیر است و بعضے از اوقات بذکر اسم ذات کہ مسمیٰ باین اسم است مستجمع جمیع صفات کمالات بہ جہر یا خفی مشغول شود مادامیکہ ملکہ راسخ بصورت دست دہد و این صورت در ہمہ صور مشاہد کند باین نہج کہ "مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ"۔ ہر گاہ بہر جملہ این صورت مرئی و محسوس گردد بتدریج در مدتے بہر سہ فنا تبدیل علم فائز گردد و بر فناء الفناء سر بر آرد وہذا سر من اسرار اللہ تعالیٰ ادرک ثم استتر ؎

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں :

ای بلیساں راز تو ویراں مکاں :

مسجدے کان اندرون اولیاست

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

حقیقتِ انسانیہ مرآۃ کمالی طلعت رحمانیہ است و دیگر موجوداتِ امکانیہ از خدام حقیقت انسانیہ است۔ الحق اگر حضرتِ انسان درمیان عالم نمی بود، ہیچ موجودات راہ معرفت حق نمی پیمود۔ انسان ست کہ خلیفۃ اللہ ست و انسان ست کہ خدا آگاہ است و انسان است کہ اشرف المخلوقات و جامع جمیع مراتب کونیہ و آلہیہ است۔ غرضکہ ظہور حق شناسی متعلق بر وجود ہمیں آئینہ است، فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

ترجمہ مکتوب ⑦

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دلوں کے شہر کے عزیز، ارواح کی اقلیم کے یُوسف، فخر الدین عفی اللہ عنہ، کے محبّ دِلی، سیّد محمدی مطالعہ فرمائیں۔ اللہ کی تعریف کرتے ہُوئے اور اُس کی حمد کا حق اَدا کر کے اُس کی حمد کرتے ہُوئے۔ اور اس کی حمد کا حق اَدا کر کے اس کی حمد کرتے ہُوئے۔ اور اس کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل پر درُود بھیجتے ہُوئے اس کے بعد یہ کہ آپ کے اشارہ کے مطابق برزخ مرشد وغیرہ کے طریقہ کے بارے میں مختصر طور پر لکھا گیا ہے تاکہ آپ اس کو دوبارہ ذہن نشین کر کے اس پر عمل کر سکیں۔ اس اجمال اور اختصار کی تفصیل کے لئے فرصت درکار ہے، اگر کبھی وقت نے ساتھ دیا تو لکھا جائے گا۔ جب بھی سالک کو صوفیائے محققین کی کتابوں اور مُرشدِ کامل کی تلقین سے مقصود تک رسائی حاصل ہو گی، حق الیقین کی معرفت اور اشغال واذکار اور تفکّر وتدبّر کے استعمال کی بدولت اس پر یہ بات ظاہر ہو کر اس کے یقین میں پختہ ہو جائے گی کہ انسان جمیع مراتباتِ الٰہیہ و کونیہ کا مظہر ہے اور رحمانی دیدار، انسان کی رحمانی نمائش ونمود کے سوا ناممکن اور محال ہے۔ خالقیت کے نُسخہ کے فاتحہ اور مخلوقیت کی کتاب کے خاتمہ یعنی انسان میں کوئی شک نہیں ہے۔[1] چنانچہ مغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

جامع ذات وصفات وعالم وآدم بکل ۔ احمد آمد یعنی این مجموع باہم این بود
اسم اعظم را جز این مظہر نباشد در جہان ۔ بگذر از مظہر کہ عین اسم اعظم این بود
آخر سابق کہ نحن الآخرون السابقون ۔ آنکہ در کل آمد و بر کل مقدم این بود

[1] یہ جملہ قرآنِ حکیم، سُورہ البقرہ، آیت ۲ "ذَالِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" سے عبارت ہے۔

دُنیا جہان اور تمام انسانیت میں جامع ذات وصفات احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ یعنی ان سب کا مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اسمِ اعظم کے لئے دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی مظہر نہیں ہوگا۔ بلکہ مظہر سے صرفِ نظر کرکے عین اسمِ اعظم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر سابق بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہم سب انسان آخر بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں۔ وُہ عظیم ہستی جو کل میں اور کل پر برتر ہے، وہی دراصل سب سے مقدم اور اوّل ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جو کچھ انسانِ کامل میں موجود ہے، بالفعل اور بالقوت وہی دراصل موجود ہے۔ ہر فردِ انسان میں فرق یہ ہے کہ انسانِ کامل میں سب ظہورات تفصیلی طور پر بالفعل منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوتے ہیں اور فردِ بشر میں اختصار کی طرز پر اُن کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق۔ بعض میں بالفعل اور بعض میں بالقوت۔ پس انسانی صورت کی طرف توجہ کہ انسان دراصل ہیکلِ رحمانی ہے عین حقیقت الحقائق اور وجودِ مطلق کی طرف توجہ اور ملاحظہ کا موجب ہے۔ وجودِ مطلق جو کہ جمع و تفرقہ اور تشیید (استوار کرنا، مضبوط بنانا) و تنزیہ (عیبوں سے بچنا، بُری باتوں سے پرہیز کرنا) پر مشتمل ہے۔ اگرچہ انسان ظاہری اعتبار سے اور لباسِ عنصری میں ملبوس ہو کر تیرہ و تاریک معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا باطن کمالِ صفا میں ہے کہ آفتاب کی آنکھ بھی اس کو دیکھنے سے چندھیا جاتی ہے۔ اس صورت میں قلبِ صنوبری میں جو کہ خالی حجرے کی مانند ہے۔ سالک کو چاہیئے، اُس بزرگ کے چہرے کے تصور میں محو ہو جائے کہ جس سے روحانی رابطہ، مصافحہ اور بیعت کا تعلق رکھتا ہو؛ یا اُس معزز شخصیت کی جانب رجوع کرلے کہ جس کی صحبت میں حقائق و معارف کا فیض پایا ہو یا اُن سے خرقہ حاصل کیا ہو، یا اُس معشوق کی طرف راغب ہو جائے کہ جس سے دلبستگی اور محبت رکھتا ہو، یا باطنی جامعیت کی دریافت میں

اپنے ظاہر کی طرف متوجہ ہو جائے کہ میں جمیع ظہوراتِ الٰہیہ و کونیہ کا مظہر ہوں اور صلاحیت کے اعتبار سے بعض اوصاف میں بالفعل موسوم ہوں اور بعض میں بالقوت مختصر یہ کہ ہر دو امر طریقہ قادریہ و چشتیہ کے اکابر قدس اسرارہم کے نزدیک جائز ہیں۔ اور اس عاصی کے پیشِ نظر تماماً اپنی صورت کا تصور دلکش اور فوائدِ کثیر پر مشتمل ہے۔ بعض اوقات اسمِ ذات جو اس اسم سے مسمیٰ ہے کہ ذکر سے جمیع صفاتِ کمالات کی جمع شدہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلئے سالک کو چاہیئے کہ وہ ذکرِ جہر یا خفی میں مشغول رہے۔ ہمیشہ کے لئے تا آنکہ اسے کامل دسترس حاصل ہو جائے۔ اور وہ اس صورت کا تمام صورتوں میں مشاہدہ کرے اس نہج پر کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اس سے قبل میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا جب کبھی سب کے لئے یہ صورت، منظر اور محسوس ہو تو بتدریج کچھ مدت میں ہر تین فنا سے تبدیل علم کی بدولت وہ کامیاب و کامران ہو کر فناء الفناء کے مقام پر سربلند ہو جائے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، جس نے اسے پایا اس نے اسے چھپا لیا ؛ جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے بھی دیباچہ گلستاں میں فرماتے ہیں :

ع آنرا کہ خبر شد خبرے باز نیامد

؎ سجدہ گاہِ لامکانی در مکان ۔ اے بلیسان راز تو ویران مکان
مسجدی کان اندرون اولیاست ۔ سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

ایک لامکاں والے کی سجدہ گاہ مکان میں ہے، اے کہ ابلیسیوں اور شیطانوں کے لئے تیری وجہ سے مکان ویران ہو چکا ہے۔ وہ مسجد جو اولیاء کے اندر آباد ہے، وہی سب کی سجدہ گاہ ہے اور وہیں خدا تعالیٰ رہتا ہے۔

حقیقتِ انسانی، رحمانی چہرے کے کمال کا نمونہ ہے اور دیگر امکانی موجودات حقیقتِ انسانی کے خادموں میں سے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر حضرتِ انسان جہاں میں نہ ہوتا تو موجودات میں سے کوئی ذی روح حق کی معرفت کا

راستہ طے نہ کر سکتا۔ انسان ہی خلیفتہ اللہ ہے، انسان ہی خُدا آگاہ ہے اور انسا
ہی اشرف المخلوقات اور جمیع مراتب کونیہ و الٰہیہ کا جامع ہے۔ غرضیکہ حق شنا
ظہور اسی آئینہ کے وجود سے متعلق ہے۔

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ[1] پس بڑا برکت والا ہے اللہ
جو تمام تخلیق کاروں میں سے خوبصورت (تخلیق کار) ہے۔

---

[1] قرآنِ حکیم، المومنون ۲۳، آیت ۱۴

تشریح و اشارات

لہ اللہ کریم نے عالم کو پیدا کیا اور اُسکو اپنی معرفت کا آئینہ بنایا، چنانچہ "کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَن اُعرف فخلقتُ الخلق"، پھر اُس آئینہ کو جلا دینا چاہا تو عالم صغیر یعنی انسان کو پیدا کیا، انسان کو انسان دو وجہ سے کہتے ہیں اوّل یہ کہ اس سے تمامی حقائق عالم مانوس ہیں اسلیئے کہ یہ نمونہ تمامی افراد عالم کا ہے اور حق کا ظہور اس میں اکمل و اتم ہے۔ دوم یہ کہ انسان لغت میں آنکھ کی پُتلی کو کہتے ہیں گویا انسان کو تمام عالم سے وُہ نسبت ہے جو پُتلی کو آنکھ سے اور جیسا کہ پتلی کو اور پتلی میں سب کچھ نظر آتا ہے اسی طرح انسان بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور سب کچھ اس میں نظر آتا ہے۔

مقصودِ اصلی عالم کی ایجاد سے انسان ہی ہے۔ اسی انسان کے آئینہ مجلّی و مصفی میں خداوند کریم نے تمام عالم پر رحمت کی نظر ڈالی۔ اسی کو عالم کی حفاظت کیواسطے اپنا خلیفہ بنایا کیونکہ یہ اُس کی آخری تجلّی ہے۔ اور جس قدر مظاہر اُس کے اسماء و صفات کے ہیں وُہ سب اس میں جمع ہیں، یہ ایسا مُصفّا اور روشن شیشہ ہے کہ جس نے اِس میں دیکھا اُس نے سب کچھ دیکھ لیا۔ بایں وجہ "مَن عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" جملہ مسلّمہ ہے۔ اِس کی نسبت حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رویتِ رحمان بغیر مرآتِ رحمانی کے کہ وُہ انسان ہے امکان سے خارج ہے۔ انسان کا ظاہر لباس عنصری میں تیرہ و تاریک معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس کا باطن ایسا روشن ہے کہ آفتاب کی آنکھ بھی اُس کے دیکھنے سے خیرہ ہے۔ لہٰذا انسانِ کامل یعنی مُرشد کی صُورت کو طالبِ صادق دِل میں جگہ دے اور فنافی الشیخ ہو جاوے تو مقصودِ اصلی کے حصول کا نشان پانے لگے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو اپنی صُورت کا تصور شروع

کرے کہ نہایت دلپذیر اور فوائدِ کثیر پر شامل ہے اور تجلّی محسوس ہو کر "مارأیتُ شَیْئاً اِلّا وَرَأیتُ اللّٰہ قبلہ" حاصل ہو جائے گا اور فنا کے درجے پر پہنچے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمّ۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ضیاء الدین جے پوری اور مولانا مجیب الدین رحمۃ اللہ اجمعین کو حکم دیا کہ تم فتح پور سیکری جاؤ اور مزار اقدس حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر رہ کر شغلِ پاس انفاس میں مشغول ہو جاؤ اور جو کچھ اشارہ ہو اور واقعہ پیش آئے ہم کو اُس کی اطلاع کرنا۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز شغل میں مشغول تھے کہ یکایک حضرت شیخ کو دیکھا مرقد مُبارک سے باہر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا تم کیا کرتے ہو۔ عرض کی حضور شغل پاس انفاس بموجب ارشادِ مُبارک حضرت مولانا صاحب قبلہ کرتے ہیں۔ فرمایا کس طرح۔ فرمایا لفظ اللہ اندر کے سانس سے اور ھُو باہر کے سانس سے فرمایا اللہ ھُو کی بجائے (   ) کہو اور اپنی پرستش کرو۔ اِن دونوں صاحبوں کو حیرت سی ہو گئی اور واقعہ کی اطلاع بحضور مولانا صاحب دی۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اُس کے جواب میں جو سرفرازنامہ تحریر فرمایا، وہ آگے درج ہے۔

مکتوب ⑧

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے یار شغل آخر در نہایت کار در سلسلۂ شریفہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ خود را گرفتہ نشستن و با وجود تقیدات خود را عین ذات بحت و ہستی صرف دانستن و ہر چہ غیر خود بنظر در آید عین خود فہمیدن و بیخ دوئی بر کندن و ہمہ را ذات دیدن و لذّات از خود گرفتن۔ چنانچہ بزرگے فرمودہ اند ؎

از کنارِ خویش میابم و یابم بوئے یار
زان ہمی گیرم ہمیشہ خویشتن را در کنار!

اے یار ہر کہ نسبت شریف درست کرد بہ شرف سیاحت وجودِ خویش کہ اکسیرِ اعظم است مشرّف گشت و باز رہید از گرداب بحرِ غفلات و نادانی و فارغ شد از گفت گو وسوسہ شیطانی قطرہ قطرہ است تا از دریا جدا است و بندہ بندہ است تا خویش نمی داند کہ خدا است۔ بیا ئید کہ کارِ شما تمام۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

ترجمہ مکتوب ⑧

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے دوست کام کی انتہا میں شغل آخر سلسلہ شریفہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ میں اپنے آپ کو پکڑ کر بیٹھنا مقصود ہے، اور امور میں پابندیوں کے باوجود اپنے آپ کو عین ذاتِ محض اور ہستی خالص جاننا، اور جو کچھ اپنے سوا نظر آتے اسے عین خود سمجھنا، اور دوئی کو جڑ سے اکھاڑنا، اور سب کو ذات دیکھنا اور اپنے آپ سے لذتیں حاصل کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے: ؎

از کنارِ خویش می یابم و یابم بوی یار
زان ہمی گیرم ہمیشہ خویشتن را در کنار

میں اپنے مقصود و مدعا اور ذاتِ واحد کو اپنے پہلو سے پاتا ہوں، اور پہلو ہی سے بوئے یار پاتا ہوں۔ اسلئے میں ہمیشہ اپنے آپ کو بغل گیر رکھتا ہوں۔

اے دوست! جس نے نسبت شریفہ اپنے وجود کی سیر کے شرف سے، جو اکسیر اعظم کا درجہ رکھتی ہے درست کرلی، وہ مشرف ہوگیا اور غفلت و نادانی کے کنارہ کے بھنور سے رہائی پا گیا اور شیطانی وسوسے کی گفتگو سے فارغ ہوگیا۔ قطرہ قطرہ ہے جب تک وہ دریا سے جدا ہے اور بندہ بندہ ہے جب تک وہ اپنے بارے میں نہیں جانتا کہ وہی خدا ہے۔ اب آجاؤ کہ آپ کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

؎ اس رقعہ کے آغاز و انجام کے کچھ الفاظ معمولی رد و بدل کے ساتھ "خط مولانا صاحبؒ" کے زیرِ عنوان مناقب المحبوبین میں بھی درج ہیں۔ ملاحظہ کیجئے: مناقب المحبوبین (فارسی)، ص ۸۰، مکمل اردو ترجمہ، ص ۱۲۹

تشریح واشارات

؎ اس شغل کو حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس اللہ سرہٗ نے مراقبات میں لکھا ہے کہ سالک اپنے دل کی آنکھ سے اپنی حقیقت کو جس کا نام حقیقتِ جامع ہے دیکھنا شروع کرے اور تمام عالم کو خیال کرے کہ اس میں موجود ہے گویا خود ہی تمام میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ دوئی کو مطلق دور کر دے اور خود اپنی ذات سے کہ حقیقتِ جامع اور مظہرِ کل ہے، فائدہ اٹھائے۔ اپنے وجود کی سیر اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہے۔ وساوس اور خطرات اس کے عامل کے پاس نہیں آنے پاتے مثلاً جب تک قطرہ اپنے آپکو دریا سے جدا جانتا ہے قطرہ ہے اور جب دریا میں مل گیا اور اپنی اصل میں فنا ہو گیا، پھر قطرہ کہاں رہا۔

مکتوب ۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(بنام خواجہ غلام محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ والمنۃ بآن محب واثق کہ سرمایۂ عیش وانبساط است حق تعالیٰ بخود کشید وازماسوای خود برید، شکر این نعمت عظمیٰ مارا بسیار میباید کرد۔ صاحب من محمدت ومنقبت آن بیخودی است کہ مقدمہ الیست رفیع مطالب عالیہ راواگر ہمیں بیخودی مطلب باشد پس از بنگ وافیون ہم حاصل میشود حاجت بریاضت شاقہ وصفائی تامہ نباشد آنچہ درظن این ہیچمدان است، آنست کہ ہر روز نعرۂ "ہَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ" بزنند واینکہ بعض ناقصان سلسلۂ نقشبندیہ میگویند ومیخوانند این بیت محقق اتم راے

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی - آخرِ ما جیبِ تمنا تہی

معنی آن نمی فہمند ولطفش را خراب می گردانند وکاملان این سلسلہ ہم بہمین اشارہ میفرمایند چنانچہ حضرت خواجہ محمّد قدس سرہ العزیز ومقبول خاص حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایند "درہردم اگر ہزار دریا بخشتی گم باید کرد وتشنہ لب باید بود" برادر من رئیس المحبوبین حبیب اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار ہزار مرتبہ علی الدوام می خواندند وحالانکہ درحق ایشان حضرت خالق الخلق "یَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" گفتہ وگفتۂ حق تعالیٰ یقینی خصوصًا دربارۂ حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، محدثین درتطبیق آن جواب گفتہ اندکہ ہر روز ترقی ہفتاد مرتبہ واز ہر مرتبہ کہ ترقی کردہ اند آنرا گناہ دانستہ اند۔ چنانچہ مُبیّن این تقریر است کہ "حسنات

الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنِ" غرضیکہ طالب را انتہا نیست قدم بقدم نبی صلعم امر لیست شگرف "اِلَّا الرَّاسِخُوْنَ الْوَارِثُوْنَ" ماکوچہ گردان را اگر استقامت بالطبق چنان بدست آید غنیمت است سرورطیران حالت بریاضت ہا خیلے مسرت حاصل شد تولا کہ افتتاح واختتام بآیتِ کریم کلام مجید باید کرد دریں روزہا طبیعت ماکسل می دارد۔ لہٰذا مشروحاً جواب سوالِ شما نوشتہ نہ شدِ انشاء اللہ تعالیٰ از عقب نوشتہ خواہد شد، بیگم ووالدہ ایشاں نام بنام سلام می رسانند۔ بایدکہ اگر کسے ارادت بخدمتِ شما آرد دریں سلک صحیح داخل نمایند۔ عَظَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْنِ، آن غفلت را سالہا باید شمرد کم نباید شمرد۔

والسلام

ترجمہ مکتوب ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خواجہ غلام محیّ الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نام، سب تعریفیں اور احسانات اللہ تعالیٰ کے ہیں اُس محبّ واثق پر جو عیش و مسرت کا سرمایہ ہے حق تعالیٰ نے اپنی طرف کشش کیا۔ اور ماسوی اللہ سے آپ کی توجہ کو منقطع کر دیا۔ اس نعمتِ عظمیٰ کی عنایت کے لئے ہمیں بہت شکر ادا کرنا چاہیئے۔

میرے صاحب! اس کی تعریف و توصیف بیخودی سے عبارت ہے جس کی حیثیت مطالب عالیہ کے لئے ایک ارفع اور اعلیٰ دیباچے کی سی ہے اگر صرف بیخودی حاصل کرنا مقصد ہو تو وہ تو بھنگ اور افیون کے استعمال سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، پھر ریاضتِ شاقہ اور صفائے تام باطن کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جو کچھ اس ہیچمداں کے گماں میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہر روز "ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ" [1] (کیا کچھ اور ہے) کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اور یہ کہ سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے بعض ناقص اس طرح کہتے ہیں اور اس کامل تحقیق شدہ شعر کو یوں پڑھتے ہیں:

اوّلِ ما آخرِ ہر منتہی!
آخرِ ما جیبِ تمنّا تہی

ہر انتہا کو پہنچنے والے کا آخر ہمارا اوّل ہے۔ اور ہمارا آخر تمنا کی جیب خالی ہونے سے عبارت ہے۔

دراصل وہ اس کے معنی نہیں سمجھتے اور اس کے لطف کو خراب

---

[1] قرآن حکیم، سورہ قٓ ۵۰، آیۃ ۳۰

کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کے کاملین بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمّد قدس سرہٗ العزیز اور مقبولِ خاص حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہر گھڑی میں اگر ہزار سمندر کو کشتی میں گم کر دیا جائے، پھر بھی تشنہ لب اور پیاسا ہی رہنا چاہیئے۔

میرے بھائی! رئیس المحبوبین حبیب اللہ حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ ہزار مرتبہ استغفار پڑھتے تھے حالانکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں خالقِ کائنات نے صریحاً فرمایا: "تاکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے وہ تمام گناہ بخش دے جو آپ سے پہلے سرزد ہوئے تھے یا بعد میں سرزد ہوئے"۔[1] اسی طرح حق تعالیٰ نے یقیناً اور خصوصاً حُبِّ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بھی فرمایا ہے۔ محدثین نے اُس جواب کی مطابقت میں کہا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مراتب میں روزانہ ستر مرتبہ ترقی ہوتی اور ہر مرتبہ سے حاصل کردہ ترقی کو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم گناہ سمجھتے۔ چنانچہ اس تقریر کا مفہوم ہے کہ نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بُرائیاں ہوتی ہیں۔ غرضیکہ طالب کیلئے کوئی انتہا نہیں ہے۔ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم بقدم چلنا ہی نادر کام ہے۔ آگاہ رہو کہ پختہ کار لوگ ہی وارث ہوتے ہیں۔ ہم جیسے گلی کوچہ میں پھرنے والوں کو اگر مطابقت ہی سے اس طرح کی استقامت حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے۔ حالت کی پرواز کے سُرور کی بابت ریاضات و مجاہدات میں بہت مسرّت حاصل ہوئی۔ محبّت کا تقاضا یہ ہے کہ آغاز و انجام قرآن مجید کی آیتِ کریمہ سے کرنا چاہیئے۔

اِن ایام میں ہماری طبیعت قدرے سُستی اور کاہلی میں مُبتلا ہے۔ لہٰذا آپ کے سوال کا جواب شرح و بسط کے ساتھ لکھا نہ جا سکا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں لکھا جائے گا۔ اپنی اہلیہ اور والدہ کو نام بنام میرا سلام پہنچائیں۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں آکر اظہارِ ارادت و عقیدت کرے تو چاہیئے کہ آپ اُسے اس صحیح سلسلہ اور لڑی میں داخل

---

[1] قرآن حکیم، سورہ الفتح، ۴۸، آیۃ ۲

کر لیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں عظمت عطا کرے. غفلت کے
ایک لمحہ کو سالوں شمار کرنا چاہیئے کم نہیں سمجھنا چاہیئے۔
والسلام!

تشریح واشارات

جب سالک کو ماسوی اللہ سے انقطاع کلی ہو جاتا ہے اور جہان وجہانیان کی طرف التفات نہیں رہتا تو بیخودی اور حواس سے بے خبری طاری ہو جاتی ہے۔ اس کی نسبت حضور مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ بے خودی بڑی نعمت ہے۔ اس کا شکر بجالانا لازم ہے، مگر اسی پر سالک کو قناعت کرنی نہیں چاہیئے بلکہ اس کو مقصودِ اصلی کے حاصل ہونے اور مدارج عالیہ پر پہنچنے کا مقدمہ اور ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ (کیونکہ بیخودی تو اشیاء مسکرہ بھنگ وافیون وغیرہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ بیخودی محمودہ نہیں ہے بلکہ مذمومہ ہے)

جب یہ بیخودی کسی طالب کو نصیب ہو تو ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہو اور ہر لحظہ اور ہر آن عشق الٰہی میں جانبازانہ ترقی کرتا چلا جائے کیونکہ سیر فی اللہ میں ہیں جسقدر ترقی ہو تھوڑی ہے۔ مدارج قرب غیر متناہی ہیں۔ جو حضرات انتہائے مدارجِ قرب مع اللہ کے قائل ہیں وُہ فی الواقع ناقص اور بے عقل ہیں۔ حضور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود معصوم ہونے کے ہر روز ستر بار استغفار پڑھنا اسی واسطے تھا کہ حضور کے مدارج اور مراتب بے تعداد اور زیادہ ہوتے جاتے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ اعلیٰ پر فائز ہوتے تھے تو ادنیٰ درجوں پر استغفار فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلیں اور مراتبِ قرب طے کرتے رہیں۔ توقف کو جائز نہ سمجھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

مکتوب ۱۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(بنام میاں مجیب الدین صاحب) للہ الحمد والمنۃ اوقات گرامی بگرمی است حق تعالیٰ ترقی ہا بخشد واز افسردگی ہا محفوظ دارد و دیوانگیہا عنائت سازد و کار مردان روشنی وگرمی ست اگر از عنایت الٰہی روغن میسر آید و رزشش بسیار باید کرد و اگر بہم رسد پس بملاحظہ مزاج خود استعمال ذکر سازند و محاسبہ کنند۔ وقتِ شغل آن حالت بود و وسطِ آن حالت وانتہاءِ شغل این حالت آمد و بعد فراغت اینقدر گرمی ماند بعد از ان افسردگی آمد یا دیوانگی و شورشش بہم رسد حاجی میاں عبداللہ برائے زیارت حضرت مخدوم شیخ سلیم چشتی قدس سرہ العزیز و برائے خیریت مزاج غلام اسداللہ خان می آیند، اگر اتفاق کردہ دو سہ یاران جمع شدہ و حواس جمع کردہ سماع بشنوند خالی از فائدہ نخواہد شد۔ کیفیتِ خود را بالتفصیل نوشتہ میباشند و ابیات کہ مشعر طلب خود باشد خواندہ باشند و فکر در مضمونِ آنہا و تکرار میکردہ باشند ؎

من نیم واللہ یاراں من نیم!

جانِ جانم سر بسرم تن نیم!!

واین خط بکسے نخواہند داد۔ جوابِ خطوط کہ حالا نوشتہ خواہد شد مطابقِ ماضی بود حالا حال است۔ بہ قال مرداں نباید داد۔

والسلام والاکرام

ترجمہ مکتوب ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میاں محبُ الدین صاحب کے نام : سب تعریفیں اور احسانات اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ جناب کے اوقاتِ گرامی سرگرمی میں ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو ترقیاں عطا کرے، پریشانیوں سے محفوظ رکھے اور دیوانگیوں سے سرفراز فرمائے کہ بقول مولانا روم : ع کارِ مردان روشنی و گرمی است !

مردانِ کامل کا کام روشنی، سرگرمی اور سوز و گداز کا حصول ہے۔

اگر عنایت الٰہی سے روغن (تیل، گھی) میسر آئے تو ورزش اور جسمانی ریاضت بہت کرنی چاہیئے۔ اور اگر بہم نہ پہنچے تو پھر اپنے مزاج کو ملاحظہ کر کے ذکر کا استعمال رکھیں اور محاسبہ کریں۔ ذکرِ الٰہی میں مشغولیت کی بنا پر طالب کو ابتدائی حالت، وسطی کیفیت اور ذکر کی انتہائی لذت محسوس ہوگی۔ اور فراغت کے بعد طبیعت میں اس قدر سوز و گرمی آجائے گی کہ ازاں بعد افسردگی طاری ہوگی یا دیوانگی اور فساد کا غلبہ نمایاں ہوگا۔

حاجی میاں عبداللہؒ، حضرت مخدوم شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ العزیز کی زیارت کے لئے اور غلام اسد اللہ خاں کی مزاج پرسی کے لئے آئیں گے، اگر اتفاق کر کے دو تین مخلص دوست مل کر اور خاطر جمع ہو کر سماع سُنیں تو فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ اپنی کیفیتِ باطنی کے متعلق تفصیل سے لکھتے رہیں اور وہ اشعار جو اپنی طلب کے شعور اور قوتِ ادراک کا باعث ہوں پڑھتے رہیں اور ان کے مضمون میں بار بار فکر کرتے رہیں مثلاً

ے من نیم واللہ یاراں من نیم !
جانِ جانم سرِ سرم تن نیم

مَیں نہیں ہوں خُدا کی قسم دوستو! مَیں نہیں ہُوں، مَیں جان کی جان ہُوں، مَیں سر کا سِر ہوں اور مَیں تن بدن نہیں ہُوں۔

اور یہ خط آپ کسی کو نہیں دیں گے اور خطوط کا جواب جو اب لکھا جائے گا۔ وُہ پچھلے ماضی سے متعلق تھا۔ اب حال ہے، اس کی بات لوگوں سے نہیں کرنی چاہیئے۔

والسلام والاکرام

تشریح و اشارات

۱ "لِکُلِّ شَیئٍ مَصقلَۃٌ وَمَصقِلَۃُ القَلبِ ذِکرُاللّٰہِ" یعنی ہر شے کے صاف کرنیکے لئے کوئی چیز ہے۔ اور دل کے صاف کرنے کی چیز اللہ کا ذکر ہے حضور مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر ممکن ہو اور مضرِ صحت نہ ہو تو ذکر کرنا چاہیئے۔ اس سے دل صاف ہو گا اور اسی سے اس کی بارگاہ کا رستہ ملے گا۔ ذکرِ لسانی میں تو طالب و غیر طالب شریک ہیں مگر دل کا ذکر وہی کرتا ہے جو راستہ حق کا طالب ہوتا ہے اس سے وساوس و خطرات دُور ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد ذکر سِر ہے وُہ اُس کو حاصل ہوتا ہے جس کا باطن اللہ تعالیٰ کی محبت میں پُر ہو۔ غیر کے خطرہ کی گنجائش نہ ہو، حضورِ دائمی حاصل ہو گیا ہو۔ اسکے بعد ذکرِ رُوح ہے اُس میں ذکر کرنے والا فنا ہو جاتا ہے۔ جب یہ مدارج ذکر کے حاصل ہو جائیں تب کیفیت ابتدائی اور حالتِ وسط اور ذائقہ انتہائی ذکر کا محسوس ہونے لگے گا۔ کبھی گرمی کے بعد افسردگی طاری ہو گی کبھی سوز و گداز کو ترقی ہو گی۔

۲ یقیناً سماع رُوح کی غذا اور عاشقانِ خستہ دِلاں کے حق میں اُن کے زخم کی دوا ہے۔ جو شخص ذوق و شوق رکھتا ہے اور اُس کے دِل میں دردِ محبت موجود ہے، سماع کے وقت اور خوش آواز سُننے کے وقت وُہ دوچند ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اخلاص ہو ریا اور دکھلاوا نہ ہو۔ حضرت زبدۃ العارفین فانی فی اللہ حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں، بیشک سماع خُدا کی سلگائی ہُوئی آگ ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس میں اُس آگ کی تاثیر نہ ہو۔ پس جس شخص میں ملاؤ اور کھوٹا پن ہوتا ہے آگ میں جلنے سے اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وُہ جیّد ہو جاتا ہے اور جو خُود جیّد ہے اُس میں جلنے سے ایک قسم کی لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔

مکتوب (۱۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زُبدۂ جلالِ وفا میاں غلام مرتضیٰ اَنْعَمَ اللّٰہُ تَعَالیٰ حُبَّ الْمُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم در حفظ و حمایت ایزدِ متعال بودہ معلوم نمایند کہ از اہمالِ اخبارا ہرگز بر کیفیات اطلاع نمیشود۔ درینولا ہنگامۂ تاراجیٔ شاہجہاں آباد بہ سمعِ شریف رسیدہ باشد۔ موجبِ ملالِ خاطر گشتہ باشد۔ لہٰذا نوشتہ میشود کہ از فضل منعمِ حقیقی و از توجہ بزرگاں و صالحاں تمام اشیاء کہ عبارت از کتب و بعضی قماش باشد بخیریت سالم ماندند۔ الحمد للّٰہ والمنۃ۔ تولا کہ اگر آدم ہمرسد خبرِ خیریت خود مع جمیع لواحق بتمامہ بنگارند موجبِ فرحت ہاست۔ ارادہ راقم است کہ زیارتِ حضرت خواجۂ بزرگ حاصل نمودہ زیارتِ حریق المحبت حضرت گنج شکرؒ حاصل نماید و ملاقات باہم میسر آید" اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ" حضورِ حق ﷺ را غنیمت باید شمرد والسلام مع الاکرام۔ در خدمت سراسر مکرمت مولوی غلام علی صاحب سلمہ اللّٰہ تعالیٰ سلامِ مشتاق رسانند۔ میاں محمد صالح صاحب سلمہ ربہٗ در تحصیل علم مشغول اند و باین راقم کہ بسیار مہربانند سلام بسیار بسیار رسانند۔ میاں جندو و میاں سلیمان و جمیع یاران را سلام رسانند۔

ترجمہ مکتوب (۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفا کے جلال کا خلاصہ میاں غلام مُرتضٰی، جنہیں اللہ تعالیٰ نے جناب مُحمّد مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ایزد تعالیٰ کی حفاظت وحمایت میں رہتے ہُوئے مطلع فرمائیں کہ خبریں پہنچانے میں تساہل اور غفلت کی بابت آپ کی طرف سے رُوحانی کیفیات کی بالکل کوئی اطلاع موصول نہیں ہو رہی۔ اس بادشاہی میں شاہجہاں آباد کی غارتگری اور لُوٹ مار کے ہنگامہ کے متعلق تو آپ نے سُنا ہوگا اور یہ امر آپ کے دِل میں ملال کا موجب بنا ہوگا۔ لہٰذا اس بارے میں تحریر کیا جاتا ہے کہ مالکِ ومنعمِ حقیقی کے فضل خاص کی بدولت اور بزرگوں اور صالحوں کی توجّہ باطنی کے طفیل تمام اشیا جو کتابوں اور بعض مال واسباب کی مد میں آتی ہیں، صحیح سالم رہ گیئں۔

سب تعریفیں اور احسانات اللہ تعالیٰ کو بجا ہیں۔ محبّت اور دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی مل جائے تو اپنی خیریت کی خبر جملہ متعلقات کے ساتھ پُوری طرح لکھ بھیجیں، میرے لئے خوشیوں اور مسرّتوں کا باعث ہے۔ راقم کا ارادہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز معین الدّین چشتی اجمیریؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے بعد حریق المحبّت حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کی زیارت کی سعادت حاصل کی جائے اور آپ کے ساتھ بھی ملاقات میسّر آئے۔ "اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں بھی ہوتے ہو"[1] حضورِ حق کو غنیمت شمار کرنا چاہیئے۔ والسلام مع الاکرام۔

بزرگ کامل مولوی غلام علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مشتاق کا سلام پہنچائیں۔ میاں محمّد صالح صاحب سلمہ ربہ جو حصولِ علم میں مشغول ہیں اور اس راقم پر بہت مہربان ہیں، کو بھی بہت بہت سلام پہنچائیں۔ اور میاں جندو، میاں سلیمان اور جملہ یاروں دوستوں کو بھی میرا سلام پہنچائیں۔

[1] ماخوذ از قرآن حکیم، سورہ الحدید ۵۷، آیۃ ۴

تشریح واشارات

لہ یعنی اگر فضلِ ایزدی اور بطفیلِ ہمتِ مُرشدی کسی کو حضورِ حق حاصل ہو جائے تو اس کو غنیمت جانے اِس لئے علت غائی انسان کی پیدائش سے معرفتِ پروردگار کا حصول اور غفلت کو دُور کر کے حضورِ دائمی پیدا کرنا ہے۔ مگر یہ معرفت یا حضورِ دائمی ذات کے فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

ہیچکس را تا نگردد اُو فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

پس جِس کو حضورِ دائمی اور معرفت نصیب ہُوئی اُن کے لئے بشارت ہے۔ اور جو اُس نعمت سے محروم رہے اُن پر ہزار افسوس۔ اور جن کو اس کی طلب ہی نہیں اُن کے حصہ میں شرمندگی اور ملامت۔ قیامت کو بارگاہِ الٰہی میں کس مُنہ سے پیش ہوں گے اور کیا عذر محبوبِ حقیقی سے اپنی روگردانی کا پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔" یعنی کیا وُہ وقت مومنوں کے لئے نہیں آیا ہے کہ اُن کے دِل اللہ کی یاد میں عاجزی سے رجوع کریں اور جو احکام اللہ پاک نے نازل فرمائے ہیں، اُن کو قبول کریں"۔ اللہ بس باقی ہوس۔

تمت

رقعاتِ مُرشدی کے اختتامی اشعار

بیکارم و باکارم چوں مد بحساب اندر
گویانم و خاموشم چون خط بکتاب اندر

اے زاہد ظاہر بیں از قُرب چہ میپرسی
او در من و من در وے چون بو بگلاب اندر

دریا رود از چشم لب تر نشود ہرگز
این طرفہ عجائب بیں تشنہ ست باب اندر

گہہ شادم و گہہ غمگیں از حال خودم غافل
می گریم و می خندم چوں طفل بخواب اندر

در سینہ نصیر الدینؒ جز عشق نمی گنجد
این طرفہ عجائب بیں دریا بحباب اندر

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ یہ رسالۂ مبارکہ ماہِ شوال ۱۳۱۵ھ ہجری نبوی میں احقر انام محمد سعید الدین کے زیرِ اہتمام، مطبع آفتاب تجارت دہلی محلہ ترکمان دروازہ میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔

اختتامی اشعار کا ترجمہ

۱۔ میں بیکار ہوں اور میں باکار بھی ہوں جیسے مد حساب میں ہے۔
میں گویا ہوں اور میں خاموش ہوں کہ جیسی کیفیت خط کی کتاب میں ہے۔

۲۔ اے ظاہر بیں زاہد! تو قرب کے متعلق کیا پوچھتا ہے۔ وہ مجھ میں اور میں اس میں، جیسے خوشبو گلاب میں سمائی ہوتی ہے۔

۳۔ میری آنکھوں سے دریا جاری ہے لیکن لب ہر گز تر نہیں ہوتے۔ یہ حیران کن اور عجیب بات دیکھ کہ طالب پانی کے اندر بھی پیاسا ہے۔

۴۔ میں کبھی دلشاد ہوں اور کبھی غمگین، میں اپنے حال سے غافل ہوں میں روتا ہوں اور میں ہنستا ہوں جیسے بچہ سوتے میں روتا ہنستا ہے۔

۵۔ نصیر الدینؒ کے سینہ میں عشق کے سوا اور کچھ نہیں سماتا۔ یہ حیران کن عجیب بات دیکھ کہ دریا بلبلے میں بند ہے۔

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کروڑ کروڑ احسان، مشائخ چشت اہل بہشت کا بیحد و بیشمار کرم اور بالخصوص پیر طریقت پروفیسر افتخار احمد چشتی سلیمانی صاحب دامت برکاتہ کی سرپرستی اور مخلصانہ دعائیں مترجم ڈاکٹر محمد اختر چیمہ کے شامل حال رہیں تا آنکہ "رقعات مرشدی" کا یہ ترجمہ (فارسی سے اردو) بتاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ / ۱۳ جولائی ۱۹۹۱ء بروز ہفتہ بوقت عصر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف!

حصّہ دوم

مکتوباتِ فخری

(منظوم مکتوبِ فخری اور دو مکتوب مع اُردو ترجمہ از "مناقب المحبوبین")

منظوم مکتوبِ فخری

قبلہ ام و نورِ چشم قبلہ عالمؒ و نورِ جہانیاں، مخدومی و مرشدی حضرت میاں نورِ جہانیاں صاحب محمودیؒ سجادہ نشین درگاہِ معلیٰ چشتیاں شریف نے یہ منظوم مکتوبات عطا فرمائے۔ (مرتب)

(۱)

قبلۂ عالم حضرت خواجہ نورِ محمد مہارویؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلویؒ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ لکھا؛

بدر آبتو روئے است ہر نیک و بدرا
صدر آبتو حاجت است چون من صدرا

کار منحنی بندہ ہمہ راست شوند
گر راست کنی بلند قدر آقدرا

(۲)

محبُ النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین دہلویؒ نے اپنے خلیفۂ اعظم اور جانشین خواجہ نورِ محمد مہارویؒ کو جواباً تحریر فرمایا؛

ہم مٹ گئے تو صورتِ ہستی نظر پڑی
ویراں جب آپ ہو گئے بستی نظر پڑی

دیکھا تو خاکساری عالی مقام ہے
جوں جوں ہوئے بلند تو پستی نظر پڑی!

مکتوب ۱[ل]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باتفصیل یاران وسلوک یاران در قیدِ قلم خواہند آورد وصحبت را اثر ہاست۔ از صحبتِ عسک مزاجاں متنفر خواہند بود۔ مے باید کہ صحبتِ شما در حقِ ایشاں اثر کند و از ورطۂ غفلت بدر آیند۔ یک آدمی کہ نامِ خدا از شما آموزد بہ از عبادتِ لازمیِ شما است۔

بیچارہ محمدؐ اکبر تکلیف کشیدہ تا ایں جا آمد و دو بار کہ مراسلۂ شما آں صاحب سلامت رسایند۔ حق تعالیٰ بجزائے خیرش دہد در دین وعقبیٰ وما ورا۔ گاہے سماع میشنوند یا بالکلیہ قطع کردہ اید۔ گاہ گاہ شنیدہ باشند بے ساز وعملِ توجہ را گرم کیند یعنی مراقبہ ہمراہِ یاران میکردہ باشند بہ نیّتِ ایں کہ گرمی ایشاں در جلسہ اثر کند۔ تبعیت کہ مریدے کند شاگرد نمے کند عادت اللہ بہ ہمیں وتیرہ جاری شدہ است۔ پس بہ ہمیں وتیرہ باید رفت کیفیتِ خود چہ نویسد۔ قال ہم ضعیف چہ جائے حال۔ مگر از دعائے صاحبِ حال تمنّا دارم ع ہوائے وصلِ تو دارم مگر خدا برساند

درودے کہ معتد برائے رویتِ جنابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم است، نوشتہ مے شود۔ طریق خواندن این است:

کہ نماز فجر بوقتِ غسق یعنی اوّل وقت خواندن۔ اوّل نماز باید خواند۔

ل منقول ہے کہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی نے حضرت مولانا صاحبؒ کی خدمتِ عالیہ میں ایک خط لکھا کہ والدہ صاحبہ کی دلی آرزو ہے کہ آپ ایک درود شریف عطا فرمائیں جس سے وہ مجلسِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو جائیں۔ حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ نے اس عریضہ کے جواب میں ایک نامۂ مبارک آپ کی طرف ارسال کیا۔ یہ مکتوب گرامی حاجی نجم الدین سلیمانیؒ نے درج کیا ہے۔

(مناقب المحبوبین۔ ص ۷۹)

بعد ازاں ایں درود را خواند بلا تعین عدد تا اشراق۔ یک جلسہ کند۔ والّا دویم وسویم بوالدہ خود البتہ خواہند گفت۔

درود شریف این است:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کُلِّھِمْ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

بغیر واؤ بخواند یعنی وبارک وسلّم نہ باید خواند بارک وسلّم باید خواند مجاری ایام بحرمت خیر الانام صلوٰۃ اللہ علیہ وسلام موجب شکر وثناست۔ حق تعالیٰ آں محبت حقیقی را بہ فیوضات ذاتی مستفید ساختہ اتباع حقیقت خویش صلّی اللہ علیہ وسلّم سراً وجہراً عنایت فرماید و بدرجہ تکمیل رساند۔

ایملائے برلائے ترقی برزخ رفتہ لہٰذا برائے استرضائے شریف درقلم مقید میسازد والّا ایں قدر جرأت نمے کردم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اوّل سالک بجانب مدینہ منورہ شریفہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً متوجہاً بالقلب والوجہ نشیند۔ واز سائر اطراف شعور خود را بکشد و ہماں یکطرف ہمت خود صرف نماید واز مدینہ منورہ بروضہ مقدسہ کہ عبارت از سقف وجدار است وازاں بہم مضجع متبرکہ وازاں ہم جسد شریف متوجہ باشد وایں درود بخواند:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ"

اوّل نفس خود را حبس کند و دریک حبس بست ویک بار ادا کند۔ ہمچنیں تا نہ نفس وطریق خواندن ہیچ دیگر اینست۔ باید کہ مستقبل قبلہ نشیند جسم نور از خود جدا ساختہ در جسم نوری شیخ خود فانی کند وصلوۃ مذکور لک مرتبہ بخواند۔ شغل مفید ہمیں امر شریف۔ یا احمد را بطرف راست بگوید یا محمّد را بطرف چپ۔ در دل ضرب یا رسول اللہ زند وضرب را بطور اسم ذات زند۔ والسلام والاکرام۔

میاں محمّد اکبر مردِ غریب ومحبِ صادق است۔ اعانت درحق ایشاں البتہ خواہند کرد۔ چندے در خدمت خود دارند ومزاج ایشاں دریابند مگر خلوص وتوجہ فی الجملہ حاصل اعتقاد در خدمت شما بسیار دارد۔ پس ہمہ دارند و درین ہر دو عمل مذکور شما مختار اند ہر کرا کہ خواہند تعلیم کنند۔

ترجمہ مکتوب ①

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اپنے تمام دوستوں اور محبین خاص اور ان کے سلوک کے بارے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ کہ صحبت کا اثر آدمی پر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ لہٰذا تنگ نظر لوگوں کی صحبت سے پرہیز کی جائے۔ بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ آپ کی صحبت کا اثر ان پر رونما ہو اور انہیں ہلاکت کے گڑھے سے باہر نکال لائیں۔ آپ سے اگر کوئی ایک شخص بھی خدا کا نام سیکھ جائے تو آپ کا یہ عمل لازمی عبادات سے بھی افضل ہے۔

بے چارہ محمد اکبر بڑی تکلیف اٹھا کر یہاں آیا ہے اور دو بار آپ کے مکتوبِ گرامی مجھ تک پہنچائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مشقت کی جزائے خیر عطا فرمائے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

براہِ کرم مجھے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ نے "سماع" سننا قطعی طور پر ختم کر دیا ہے یا کبھی کبھار سازوں کے بغیر سن لیا کرتے ہیں؟

مریدوں پر "توجہ" کے عمل کو سرگرمی سے جاری رکھیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احباب کے ہمراہ "مراقبہ" ضرور کیا کریں۔ اور اس میں آپ کی نیت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ کی روحانی حرارت کا اثر ان تک جا پہنچے۔ واضح رہے کہ جس قدر تابعداری ایک مرید کر سکتا ہے۔ ایسی تابعداری ایک شاگرد نہیں کر سکتا۔ یہ قانونِ قدرت ازل سے چلا آ رہا ہے اور اس قانون کو اسی طرح آگے چلتے رہنا چاہیئے۔

میں اپنے متعلق بھلا کیا لکھوں۔ میرے تو قال میں بھی ضعف ہے۔ میں "حال" کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ البتہ کسی صاحبِ حال کی دعا سے

درگاہِ ایزدی سے امیدوار ہوں۔

ع ہوائے وصلِ تو دارم مگر خُدا برساند

ترجمہ، محبوب! میں تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہُوں ممکن ہے خُدا مجھے تم تک پہنچا دے۔

حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لئے۔ وُہ درُود شریف جو اکسیر ہے۔ لکھا جاتا ہے۔

پڑھنے کا طریقہ۔ فجر کی نماز اوّل وقت یعنی ابھی اندھیرا ہو پڑھ لی جائے۔ نماز فجر کے فوراً بعد مندرجہ ذیل درُود شریف ایک ہی جلسہ میں وقتِ اشراق تک بغیر کسی مقررہ تعداد کے پڑھا جائے۔ اس طرح کی نشست ایک دِن کی جائے اگر مقصد پُورا نہ ہو تو دوسرے دِن اور ضرورت پڑے تو تیسرے دِن بھی ایسی نشست کی جائے۔ اور یہ طریقہ اپنی والدہ محترمہ کو بھی ضرور بتلا دینا۔

درُود شریف، اِس نشست میں جو درُود شریف پڑھنا ہے اس کے الفاظ یُوں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کُلِّھِمْ بَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

یہ خیال رہے کہ "بارک وسلّم" سے پہلے واؤ نہیں پڑھنی۔ یعنی "وبارک وسلّم" نہیں پڑھنا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ و تبارک اپنے رسول برحق کے طفیل آپ کے ایام زندگی اس طرح عمدہ گزارے کہ آپ اس اللہ کی ذات کا شکر اور تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ خُدا آپ جیسے محبّ صادق کو اپنے فیوضات سے نوازے اور آپ کو جلوت و خلوت میں حقیقتِ خداوندی اور حقیقتِ نبوی کی تابعداری کی توفیق عطا فرماتے ہُوئے آپ کو درجہ کمال پر

سرفراز فرماتے۔

آپ نے اپنے مکتوب میں عالم برزخ میں ترقی کے متعلق بھی اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حسب الحکم میں وُہ بھی لکھ رہا ہُوں اگرچہ مَیں نے اس موضوع پر پہلے کبھی بھی قلم اُٹھانے کی جُرأت نہیں کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سالک کو چاہیئے کہ اولاً وُہ مدینہ مکرّمہ کی طرف متوجہ ہوکر مؤدب بیٹھ جائے۔ اپنے شعور کی تمام تر توجّہات کو فقط اسی مرکز پر مرکوز کر دے۔ پھر مدینہ منوّرہ سے اپنی توجہ کو دیواروں اور چھت پر مشتمل اس عمارت پر مرتکز کر دے جہاں حضور اقدس کا جسم اطہر آرام فرما ہے۔ پھر روضۂ پاک سے خواب گاہ و آرام گاہ و مرقد مُبارکہ کی جانب توجہ مرکوز کرے اس کے بعد آرام گاہ سے جسدِ اطہر و اقدس کی جانب ہمہ تن متوجّہ اور مشغول ہو جائے اور پھر یہ دُرود شریف پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ"

مکتوب ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ[۱]

اے برادر در سلسلہ چشتیہ بہشتیہ نظامیہ خود را خود گرفتہ نشستن واز خود لذت گرفتن است۔ قطرہ قطرہ است از دریا جدا است بندہ بندہ است تاخویشتن نمے داند کہ خدا ست۔ بیائد کہ کار شما تمام۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۱۔ حاجی نجم الدین سلیمانیؒ مصنف مناقب المحبوبین تحریر فرماتے ہیں کہ وہ خط جو حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے خلفاء مولانا ضیاء الدین صاحب جے پوریؒ اور شیخ نجیب الدین صاحبؒ کو لکھا تھا تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔ اور وہ ذکر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولانا صاحبؒ نے اپنے دونوں دوستوں مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ اور نجیب الدین صاحبؒ کو حکم دیا کہ تم دونوں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار مبارک پر فتح پور سیکری میں چند روز مشغول رہو۔ ایک دن دونوں بزرگ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مزار مبارک پر مشغول بیٹھے تھے کہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ اپنے مرقد سے باہر آئے اور ان سے پوچھا کہ تم کون سے شغل میں مشغول ہو۔ عرض کی کہ اسم الاّھُو کا پاس انفاس میں ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس ذکر میں 'الاّھُو' کی جگہ 'اَللّٰہ ھُو' ذکر کرو۔ انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا صاحبؒ کو لکھا۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اس کے جواب میں یہ خط لکھ کر ارسال کیا۔ (مناقب المحبوبین ص۸)

ترجمہ مکتوب ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے برادر سلسلۂ چشتیہ، بہشتیہ، نظامیہ میں خود کو خود پکڑ کر بیٹھنا اور اپنے آپ سے لذت حاصل کرنا ہے۔ قطرہ قطرہ ہے اور دریا دریا، بندہ بندہ ہے۔ جب تک کہ اپنے آپ کو خدا نہیں سمجھتا۔ آجاؤ کہ تمہارا کام ہو گیا ہے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مناقبِ فخریہ

اے فخرِ جہاں تاکہ ترا یافتہ ام
داند دلِ شادم کہ چہا یافتہ ام

مردم ہمہ دانند خدا را از تو!
باللہ کہ ترا من ز خدا یافتہ ام

بہ دہلی مظہرِ ماہِ حجازی
تو گوئی نائبِ شاہِ حجازی

۷۸۶

رقعاتِ رُشدی

۲۵ ھ ۱۳

یعنے

مجدد برحق مہدی طریقت مسیح معرفت سیدنا و مولانا حضرت

محب النبی مولانا محمد فخرالدین فخر جہان رحمۃ اللہ علیہ چشتی کے مکتوبات

جنکو

شیخ الوقت۔ عارف اسرارِ حقیقت حضرت خواجہ شاہ محمد عبد الصمد صاحب

چشتی فخری فریدی سلیمانی نے کمال سعی جستجو سے بہم پہنچا کر

تمام مخفی رموز و نکات کی سلیس اور عام فہم اردو میں عالمانہ تشریح

فرمائی اور باجازت حضرت ممدوح

خاکسار محمد حسام الدین فریدی فخری نے

منشی سعید الدین صاحب کے

مطبع افضل المطابع دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

سنہ ۱۳۳۳ھ

چشتیہ اکادمی
فیصل آباد، پاکستان